ان الدین یسر
(حدیث)
بیشک دین آسان ہے

تین طلاقیں

ایک وقت میں ایک ہوتی ہے

www.KitaboSunnat.com

تالیف
خواجہ محمد قاسم

ناشر
ادارہ احیاء السنۃ گھرجاکھ
گوجرانوالہ
پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ

(بخاری)

بیشک دین آسان ہے

تین طلاقیں

ایک وقت میں ایک ہوتی ہے

جھان پبلک لائبریری
کتاب نمبر

تالیف

خواجہ محمد قاسم

www.KitaboSunnat.com

ناشر

ادارۂ احیاء السنۃ گھرجاکھ

گوجرانوالہ

پاکستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب ..... تین طلاقیں
طبع .... چہارم
مصنف .... خواجہ محمد قاسم
ناشر.......... ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجرانوالہ
گھرجاکھی کتب خانہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۷۲۰۷۳۰۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۴
۲	گذارش	٦
۳	تمہید	۹
۴	قرآن سے استدلال	۱۴
۵	احادیث سے ثبوت	۲۷
٦	حدیث رکانہ	۳۵
۷	حدیث جریج	۳۹
۸	مسلم کی حدیث پر اعتراض و جواب	۴۷
۹	ناکام تجربہ (یعنی حضرت عمرؓ کا پشیمان ہونا)	۷۵
۱۰	کچھ ان کے دلائل میں	۸۵
۱۱	اجماع؟	۹۵
۱۲	تقلید کی روک	۱۱۵
۱۳	حلالہ اور اس کی شرعی حیثیت	۱۲۳
۱۴	وسعت ظرفی	۱۲۸
۱۵	فیصلہ سیمنار	۱۳۳
۱٦	حرف آخر	۱۳۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناظرین کرام

السلام علیکم - یہ کتاب تیسری دفعہ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ یہ کوئی تبلیغی کتاب نہیں بلکہ ایک ضرورت کی چیز ہے - میری معلومات کے مطابق اس کتاب کو زیادہ تر ہمارے اُن حنفی بھائیوں نے حاصل کیا ہے جنہوں نے بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالیں اور پھر رجوع کے لیے اُنہیں اُن کے مفتیوں نے حلالہ کے مشورے دیے یا پھر چپکے سے یہ کہا کہ اہلحدیثوں سے فتوے لے آؤ تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

الحمد اللہ! یہ کتاب ان پریشان بھائیوں کے لیے نجات دہندہ اور "مشکل کشا" ثابت ہوئی - اس کتاب کی بدولت کئی اُجڑے گھر آباد ہو گئے - بلکہ حلالہ جیسی ناقابل برداشت بے غیرتی کوشش کر بہتوں پر فقہ حنفی کا اندرون عیاں ہوا اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا ہو گئی۔

اللہ تعالےٰ سے میری دُعا ہے کہ یہ کتاب اصلاحِ معاشرہ کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہوا اور یہ مجھ عاجز کے لیے بقیۃ السلف حضرت مولانا خالد گھرجاکھی صاحب کے لیے اور تمام معاونین کے لیے ذریعہ نجات بن جائے - آمین ثم آمین -

محمد قاسم خواجہ

۶ر جنوری ۱۹۹۲ء -

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(از شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سابق امیر جمعیتہ اہلحدیث مغربی پاکستان)

جب سے ملک میں عائلی قوانین کا تنقیدی جائزہ لینے کے لیے راہ کھلی ہے ملک کے مختلف حلقوں سے اس کے متعلق لکھا گیا ہے۔ بعض حضرات کا خیال تھا کہ عائلی قوانین کو از اوّل تا آخر منسوخ کر دیا جائے۔ دراصل یہ خیال پاکستانی حکام کے لادینی ذہن اور غیر محتاط روش، دین کے معاملہ میں اکابر حکومت کی بے اعتدالی اور ذہنی آوارگی کی پیداوار ہے۔ ورنہ اصلاح سے کون انکار کر سکتا ہے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان قوانین کی چھان پھٹک کی جائے جو غلط اور خلاف شریعت ہیں۔ انھیں یکسر اڑا دیا جائے۔ اور اگر کوئی مفید مواد مل جائے تو اسے رکھ لیا جائے۔ راقم الحروف کا تعلق دوسرے گروہ سے ہے۔ ہمارے معاشرہ میں عورت مظلوم ہے۔ سوسائٹی میں اس بے چاری کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر آزادی کے نام سے اسے آوارگی کی دعوت دی جاتی ہے۔ اور اسے جنسی خواہشات کے لیے تختۂ مشق بنایا جاتا ہے بلکہ اس کے جائز حقوق سے گریز کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔

عائلی قوانین

عائلی قوانین کا مسودہ جب پہلے پہل شائع ہوا تو عائلی کمشن کے ایک ممبر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے اس پر ایک اختلافی نوٹ لکھا جو نہایت مفصل اور کئی صفحات پر مشتمل تھا۔ عائلی قوانین میں حکومت نے مروجہ طلاق ثلاثہ کو جو بیک وقت دی جاتی ہے ایک شمار کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ مولانا احتشام الحق نے جو نوٹ لکھا وہ انتہائی عصبیت سے بھرا ہوا تھا۔ مولانا احتشام الحق ایسے معقول اور معاملہ فہم آدمی سے ہمیں اس کی اُمید نہ تھی۔

عائلی قوانین موت وحیات کی کش مکش سے گزرتے ہوئے صدرِ مملکت کی عنایت سے کچھ دن زندہ رہ گئے ہیں۔ حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان میں مناسب اصلاحات کر دے گی۔ حافظ محمد قاسم صاحب کا یہ مضمون ایک اصلاحی کوشش ہے۔ مزید بھی بعض ایسی چیزیں موجود ہیں۔ عائلی قوانین میں جن سے صحیح طور پہ فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

حافظ صاحب موصوف کا زیادہ تر مآخذ اغاثۃ اللھفان۔ زاد المعاد۔ فتاویٰ ابن تیمیہؒ وغیرہ کتب اہلسنت ہیں۔ مناسب ہوگا عائلی کمیشن کے ممبران کرام ان کتابوں کے علاوہ نیل الاوطار اعلام الموقعین کے بعض صفحات مسک الختام الدلیل الطالب فتح الباری وغیرہ ائمہ سنت کے ملفوظات پر بھی توجہ مبذول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے کہ دین کی خدمت کر سکیں۔ سیمنٹ اور بجری تو اور لوگ بھی فروخت کر سکتے ہیں۔ والسلام

محمد اسماعیل۔ گوجرانوالہ

۱۸/۳/۶۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذارش

یہ کتاب آج سے پندرہ برس پہلے چھپی تھی۔ اس کا پیش لفظ حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب رح نے لکھا تھا جو اس اشاعت میں بھی شامل ہے اس میں انہوں نے عائلی کمیشن کا ممبر ہونے کی حیثیت سے جناب مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کے اختلافی نوٹ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "ایسے معقول اور معاملہ فہم آدمی سے ہمیں اس کی امید نہ تھی۔" ان کے چاہنے والوں کو یہ فقرہ پسند نہ آیا اور بدلہ لے کر دم لیا۔

خیر بات پرانی ہوگئی۔ بزرگوں کی باتوں میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے ہمارے لیے سب قابل احترام ہیں۔ مگر اتنا پوچھنے کی اجازت ہونی چاہیے جب مولانا موصوف نے ایوب خاں مرحوم کے باز و پر امام ضامن باندھا اور پھر بھٹو صاحب کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے پورے احتشام و احترام کے ساتھ پیپلز پارٹی کو سرفراز فرما دیا تو پھر نہ جانے ان کی معقولیت اور معاملہ فہمی شک و شبہ سے بالاتر رہی یا نہیں؟

مردوں کے علاوہ چونکہ عائلی کمیشن کی دیگر ممبر خواتین نے بھی صحیح مسئلہ کی تائید کی تھی۔ لہٰذا انہیں بھی معاف نہ کیا گیا۔ انہیں مغربیت زدہ اور آزاد خیال کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی۔ حالانکہ اس مسئلہ کا مغرب سے کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ خالص اسلامی ماحول سے متعلق اور کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ اس میں آزاد خیالی والی کوئی بات نہیں آزاد خیالی تو یہ ہے کہ عورت کو جھٹ پٹ خاوند سے آزاد کر دیا جائے۔ نہ کہ شریعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پابندی کرتے ہوئے (افسوس کہ تقلید کی نہیں) دو دفعہ کی طلاق کو رجعی قرار دے کر اسے بار بار پہلے خاوند کے لیے پابند کیا جائے۔

مانا کہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے مگر فاتر العقل نہیں ہوتی قرآن مجید نے ایک مرد کے برابر دو عورتوں کی گواہی کو تسلیم کیا ہے۔

نیز جو مسئلہ ہو ہی عورتوں سے متعلق اس میں انہیں بحث و تمحیص کی اجازت کیوں نہ ہو۔ بالفرض یہی معترضین اگر خود بیگمات مطلقہ ثلاثہ کی جگہ ہوتے تو ہیں دیکھتا پھر یہ کیا نہ کرتے۔ عورت ذات کو اتنا حقیر نہیں تصوّر کر لینا چاہیے۔

صنفِ نازک کی تذلیل اور تقلید بزرگان دونوں زمانہ جہالت کی یادگار ہیں تقلید کے ہاتھوں مجبور ہو کر عورت کو خداداد حق رجوع سے محروم رکھنا اور پھر انہیں بولنے کی اجازت بھی نہ دینا ظلم کی انتہا ہے۔

اس مسئلہ میں ان کے ستم رسیدہ بلکہ نیش زدہ عوام جس طرح آ کر علمائے اہلحدیث کی منت وسماجت کرتے ہیں ڈھکی چھپی بات نہیں۔

دلائل کتاب و سنت پر مبنی ہونا چاہئیں اور فقط اللہ کی رضا مطلوب و مقصود ہونا چاہیے۔ مسائل میں جس طرح کسی عورت کی رضا کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسی امام کی تقلید کا خیال بھی اعمال کو باطل بنا دیتا ہے۔

اس بیسویں صدی میں بعض لوگ حاطب لیل کی طرح ادھر اُدھر کے رطب و یابس اقوال بے ضرورت وضعیف الاسناد حوالہ جات اور کثرتِ تکرار کے بل بوتہ پر" دلائل" کی گنتی کو ایک انتہا تک پہنچا کر قارئین کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مجھے یاد آیا ہمارے شہر میں ایک مولوی صاحب تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے کوئی مسئلہ بیان کیا۔ ایک صاحب نے ان سے کتاب و سنت سے اس کا حوالہ مانگا تو وہ اسے اپنی لائبریری میں لے گئے اور ڈھیر ساری کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟

دلیل کتاب وسنت کے کسی واضح حکم کا نام ہے۔ کسی کے قول کو دلیل نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے خواہ اس کے لیے بیسیوں حوالے نقل کر دیے جائیں۔ اقوال بوقت ضرورت تائید کے لیے تو استعمال ہو سکتے ہیں بطورِ دلیل شمار نہیں ہو سکتے شریعت کی دنیا میں اقوال کا اسکور تو چنداں مفید نہیں ہوتا۔

ویسے بھی اسلام ہمیں اعتدال کی راہ سکھلاتا ہے۔ انتہا پسندی اچھی بات نہیں۔ ایک طرف رافضیوں کا مذہب ہے جو سرے سے اکٹھی تین طلاقوں کو کالعدم کہہ کر بالکل ہی لغو قرار دے دیتے ہیں اور دوسری طرف مقلدین کا مذہب ہے جو تینوں ہی وارد کر دیتے ہیں۔ بین بین صحیح فطرت انسانی کے عین موافق اور کتاب و سنت کے ٹھیک مطابق اہلحدیث کا مسلک ہے جو ایک کے وقوع کے قائل ہیں جیسے امام اسحاق بن راہویہؒ نے فرمایا:-

چونکہ (اکٹھی تین) طلاقیں دینے والے نے سنت کی مخالفت کی ہے لہٰذا اسے سنت کی طرف لوٹایا جائے گا۔

چنانچہ آج متعدد اسلامی ممالک کے علماء اس مسئلہ میں رجوع فرما چکے ہیں اور ان کی سفارشات پہ وہاں کی عدالتوں نے بھی سنت کے مطابق اس قانون کو ترتیب دے دیا ہے۔ اور اب اس پر عمل ہو رہا ہے۔

ہمارے ہاں کے علماء کرام کو بھی چاہیے اپنا رویہ بدلیں، عصبیت چھوڑیں اور تقلید کے خول سے باہر نکل کر کتاب و سنت کی دنیا کی ہوا لیں۔

جس طرح ان کے متاخرین نے اپنے متقدمین کے کئی مسائل کو چھوڑ دیا ہے انہیں ذرا ہمت سے کام لے کر تمام فقہی خرابیوں کی جڑ بدعتِ تقلید کو بھی ہمیشہ کے لیے اکھاڑ پھینکنا چاہیے۔

سچ پوچھیے تو اب تقلید رہی کہاں؟ عملاً چھٹ ہی چکی ہے۔ صرف جذباتی رہ گئی ہے۔ لکیر کو پیٹنے کا فائدہ؟

؎ اگر تقلید بودے شیوۂ خوب
پیغمبر ہم رہِ اجداد رفتے

۱۷ نومبر ۱۹۷۹ء۔ محمد قاسم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہ الحمد

تمہید

نسبی اور ازدواجی رشتہ میں فرق

میاں بیوی کا رشتہ نسب سے الگ واقع ہوا ہے۔ نسبی رشتہ ناقابلِ انقطاع ہے یہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ خون کا تعلق باقی ہے۔ ایک شخص اپنے بیٹے یا کسی عزیز سے لاکھ اعلان ہائے لاتعلقی کرتا رہے رشتہ بدستور ثابت ہے۔ کیونکہ یہ رشتہ قدرت نے اس سے پوچھ کر نہیں بنایا ہوتا۔ اس لیے وہ اسے توڑنے کا بھی مجاز نہیں۔ اس کے برعکس ازدواجی رشتہ جو انسان کی خواہش سے قرار پاتا اور اس کی مرضی سے برقرار رہتا ہے اس کی منشا سے ٹوٹ بھی جاتا ہے۔

طلاق کی ضرورت

حقیقی محبت ہو سکتا ہے غیر فانی ہو۔ لیکن کی گئی محبت کا اعتبار سو فی صد یقینی نہیں ہوتا۔ میاں بیوی میں سلوک سے نبھتی رہے تو گھریلو زندگی جنت کا نقشہ بنتی ہے۔ ورنہ بری طرح جہنم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور زندگی دو بھر ہو جاتی ہے۔ کچھ اور بھی حالات ہوتے ہیں۔ بنا بریں مرد اور عورت کا اکھٹے رہنا محال ہو جاتا ہے۔ مثلاً دونوں میں سے کوئی ایک دائم المرض ہے یا اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ یا دیگر کسی وجہ سے ان کی باہم نہیں نبھ سکی۔ تو شریعت اسلامیہ بھی انہیں مجبور نہیں کرتی کہ وہ ضرور ایک دوسرے کے پلے بندھے رہے۔ مرد کو حق طلاق دیا۔ اور عورت کو حق خلع۔ اور اگر مرد بیوی کو خوش رکھ کر بساتا بھی نہیں اور طلاق دینے پر بھی رضا مند نہیں تو قاضی کو اختیار دیا ان میں فیصلہ کرا دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک عمدہ سہولت ہے۔ اس بارے میں ہم اسلام کے احسان مند ہیں ورنہ مسیحی مذہب کا مقتضا تو یہ ہے شادی راس آئے یا نہ آئے ایک دفعہ رشتہ مناکحت میں منسلک ہو جانے کے بعد طلاق کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علیحدگی کی اگر صورت ہے تو یہ کہ طرفین میں سے کوئی ایک فریق ثانی کے خلاف عدالت میں حرام کاری کا ثبوت مہیا کرے۔ ظاہر ہے معاشرہ کو فحاشی سے ملوث اور بدنام کرنے کا اس سے زیادہ ذلیل ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہندو دھرم میں یہاں تک غلو ہے۔ موت کے ہاتھ بھی خاوند کو بیوی سے جدا کر دیں۔ تو بھی بیوی خاوند سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اسے اسی کے نام سے بیوہ کی زندگی بسر کرنا ہوگی۔ شوہر کی چتا میں جل مرنے کی رسم اسی باعث تھی۔

طلاق کھیل نہیں

اسلام کی دی ہوئی اجازت کا یہ مطلب نہیں کہ اس رشتہ کو کچا دھاگا ہی سمجھ لیا جائے۔ ذرا قابل اعتراض بات دیکھی اور جھٹ طلاق دے دی۔ جیسے آج کل کئی ملکوں میں صرف جنسی ذائقہ بدلنے کی خاطر کسی نہ کسی بہانہ سے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا جاتا ہے۔ اسلام نے صرف لابدی حالات میں طلاق کی اجازت بخشی ہے۔ یعنی جب کوئی صورت ان میں صلح و اتحاد کی باقی نہ رہ جائے اس نے جہاں نکاح کی تمام غلط اور فحش رسوم پر خط تنسیخ کھینچ کر صرف اس شکل نکاح کو باقی رکھا جس میں ہر فرد اس نیت سے شادی کرتا ہے کہ وہ زندگی بھر اپنے رفیق حیات کا ساتھ دے گا۔ وہاں کثرت طلاق کی روک تھام کے لیے مسلمانوں کو ڈانٹ بھی پلائی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰهُ الذَّوَّاقِيْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ۔

مزا لینے والے مردوں اور مزا لینے والی عورتوں پر خدا کی لعنت۔

طلاق دینا بے شک جائز ہے لیکن حلال طیب نہیں کہ عورت ذات کو بازیچہ اطفال بنا لیا جائے۔ یہ اجازت انسانی کمزوری کے پیش نظر ضرورتاً دی گئی ہے۔ ورنہ اخلاقی طور پر اس سے بُری کوئی بات نہیں۔ یوں کہنا چاہیے اجازت نہیں دی گئی۔ بس برداشت کیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابغض الحلال الی اللّٰہ عز وجل الطلاق (ابوداؤد کتاب الطلاق صـ۲۲)

طلاق اللہ کے ہاں مکروہ ترین جواز ہے۔

کیونکہ طلاق معمولی چیز نہیں۔شادی ہی ایک ایسا رشتہ ہے جس سے ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ تعلق استوار ہوتا ہے۔اسی سے سوسائٹی بنتی ہے اور میل ملاپ میں اضافہ ہوتا ہے۔حادثہ طلاق سے صرف مرد و زن ہی کا رشتہ نہیں کٹتا۔بلکہ دو خاندان متاثر ہوتے ہیں، ان کا اتحاد ٹوٹ جاتا ہے اور اختلاف و منافشت کی وسیع خلیج ان کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔اولاد کی بات ہی نہ پوچھیے سب سے زیادہ ان کی بری گت ہوتی ہے وہ والدین کے جیتے جی یتیم ہو کر حوادث روزگار کا نشانہ بننے کو رہ جاتے ہیں۔

انہی تلخ حقیقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شریعت کی طرف سے ایک یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ عورت کو حیض یا نفاس کی حالت میں طلاق نہ دی جائے کیونکہ بالعموم ایسی حالت میں عورت اس قابل نہیں ہوتی کہ اپنے خاوند کے لیے دلچسپی کا مرکز بن سکے۔ وہ وقتی طور پر نجاست اور کمزوری کے باعث اپنی جاذبیت کھو بیٹھتی ہے۔ایسے موقع پر آدمی سے طلاق ممکن ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ یہ غلطی کر بیٹھے۔تو حضور علیہ السلام نے انھیں رجوع کا حکم فرمایا۔پھر ایسی بات بھی نہیں۔اگر ایک شخص طلاق دے دے تو اسے پچھتانے کا حق بھی نہ دیا جائے۔انسان جلد باز اور نا دور اندیش ثابت ہوا ہے۔اسے ایک چھوڑ دو موقعے فراہم کیے گئے ہیں۔تیسری دفعہ بھی اگر ان کی بن نہیں آسکی تو اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی تیسری طلاق واقع ہو جانے کے بعد عورت کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ کہیں اور نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق میں اختیار محدود ہے

زمانہ جہالت میں صنفِ نازک پر ہر طرح کا ستم ڈھانا روا تھا۔مرد اگر خود راضی نہ رکھ سکتے تو ان کی مصنوعی غیرت یہ بھی گوارا نہ کرتی۔کہ وہ کسی اور کی بیوی بن کر زندگی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن پورے کر سکے۔ وہ اپنے آپ کو ان گنت طلاقوں کا مالک سمجھتے تھے۔ طلاق دے کر جب عدت ختم ہونے پر آتی، فوراً رجوع کر کے پھر از سر نو طلاق نافذ کر دیتے۔ اس طرح یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا۔ اور عورت بے چاری سدا معلقہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف دو مرتبہ حق رجوع دے کر اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔ تین طلاقیں پوری ہو جانے کے بعد عورت شوہر کے لیے مغلظہ ہو جاتی ہے۔

طلاق ثلاثہ۔ ایک اختلافی مسئلہ

بات زیر غور یہ ہے اگر ایک آدمی بیک وقت تین طلاقیں دے دے تو مسئلہ کی نوعیت کیا ہوگی۔ چند صحابہؓ۔ کچھ تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ وغیرہم کا یہ خیال ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور وہ غیر سے نکاح ہوئے بغیر دوبارہ اس عورت کو واپس نہیں لوٹا سکتا۔ کیونکہ اسلام نے جو دو مرتبہ رجوع کا موقع دیا ہے اس نے یکبارگی تین طلاق دے کر اپنے ہاتھوں سے یہ حق ساقط کر دیا ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ عظام وغیرہم من الائمہؒ کا یہ مسلک ہے کہ اندریں صورت صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔

ثلاثہ کا صحیح مفہوم

اصل بات یہ ہے اسلام نے جو مرد کو طلاق ثلاثہ کا حق دار بنایا ہے۔ وہ بلحاظ گنتی کے نہیں۔ بلکہ بلحاظ دفعات کے ہے کہ وہ ایک دفعہ سوچ لے۔ دوسری دفعہ پھر سوچ لے۔ اگر کوئی بیک وقت تین طلاق دینے کا مرتکب ہو بھی جاتا ہے تو وہ شریعت کی رو سے خطا کار ضرور ہے لیکن اس سے سوچنے کا موقع چھین لینا منشاء خداوندی کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ غریب پر ظلم بھی ہے۔

وجہ نزاع اور اس کا حل

خیال اول کی بنا زیادہ تر حضرت عمرؓ کے فتویٰ پر رکھی جاتی ہے۔ کہ انہوں نے تین کو تین ہی قرار دیا تھا۔ گزارش ہے کہ اس کی حیثیت تعزیر کی تھی۔ جس کا حاکم کو حق ہوتا اسے مستقل بنا لینا دانش مندی نہیں۔ خصوصاً جب کہ آخر عمر میں حضرت عمرؓ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہے کہ آپ نے اس پر ندامت کا اظہار کیا تھا۔ کچھ احادیث بھی اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن وہ استدلال کے قابل نہیں۔ کچھ تو صحیح ہیں لیکن ان سے استدلال صحیح نہیں اور باقی ضعیف ہیں۔ رہے اقوال صحابہ۔ ان کی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن متنازعہ فیہ مسائل میں ترجیح انہی مسائل کو ہوتی ہے جنہیں قرآن وحدیث کی تائید حاصل ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (نساء ۵۹)

پس اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تمہارا خدا تعالے اور روزِ آخرت پر ایمان ہے۔

مجھے اس موضوع پر لکھنے کے لیے زیادہ تر جس چیز نے مائل کیا ہے وہ یہ نہیں کہ عوام الناس ایک کی بجائے تین طلاق دینے کے کیوں گنہگار ہوتے ہیں بلکہ علمائے کرام کا افسوسناک رویہ ان سطور کی تحریر کا باعث ہوا ہے۔ عوام تو ٹھہرے جاہل۔ لیکن علماء کو کون سی مصلحت درپیش ہے جو اس جہالتِ عامہ میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں بجائے اس کے کہ انہیں یہ سمجھایا جائے تم جس مقصد کے لیے تین طلاقیں دیتے ہو وہ ایک طلاق سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور یہ کلام الہی سے بہت بڑا انداق بھی ہے۔ تین طلاقوں کو باصرار برقرار رکھنے کا فتوےٰ دے کر لاتعداد نتائج بد کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اگر یہ تقلید کی وجہ سے ہے تو اس پر غور ہونا چاہیے اور اگر سیاستاً مقلدین کی ہمدردیاں حاصل کرنا مقصود ہے تو پھر یہ کوئی دینی خدمت نہیں۔

حیرت ہے یہی علمائے کرام کتاب و سنت کی ترجمانی کے دعویدار ہیں۔ اور ان کی طرف سے اکثر اس عزم کا اظہار ہوتا رہتا ہے کہ وہ کلمہ حق کی سربلندی کے لیے سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہیں لیکن وقت آنے پر قرآن وحدیث سے ثابت شدہ صریح دلائل کی موجودگی میں وہ ایک فقہی رائے تک کو قربان کرنے پر آمادہ نہیں ہونے پاتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ پاک سے استدلال

عدم رجوع کی تین صورتیں

قرآن پاک میں طلاق کے متعلق جو آیات بیان کی گئی ہیں ان میں بالاطلاق خاوند کو رجوع کا حق دیا گیا ہے فرمایا :-

وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا (البقرہ ۲۲۸)

(ترجمہ) اور ان کے خاوند ان کو لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں اس میں اگر وہ اصلاح چاہیں -

صرف تین صورتیں مستثنیٰ ہیں - جن میں رجعت کی اجازت نہیں - پہلی وہ عورت جسے تیسری مرتبہ طلاق دی جاچکی ہو - جیسے فرمایا -

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (البقرہ ۲۳۰)

ترجمہ : پس اگر وہ اسے تیسری طلاق دے دے تو پھر اس کے لیے جائز نہیں یہاں تک کہ کسی اور شخص سے نکاح کرے -

دوسری - وہ عورت جس نے از خود طلاق حاصل کی ہو شرعی اصطلاح میں اسے خلع کہتے ہیں - ارشاد ہے :-

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرہ ۲۲۹)

ترجمہ : یعنی اگر تم محسوس کرو کہ میاں بیوی حدودِ الٰہی کو قائم نہ رکھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکیں گے۔ اس صورت میں عورت اگر کچھ دے دلا کر اپنا پیچھا چھڑا لے۔ تو اُن پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اس طرح عورت گویا ذریہ دے کر خاوند کے حق رجوع کو ختم کر دیتی ہے۔

تیسری۔ وہ عورت جسے قبل از صحبت طلاق دے دی جائے۔ اگر میاں بیوی ایک ساتھ کچھ زمانہ اکٹھے رہے ہوں۔ پھر کسی سبب سے باہم رنجش پیدا ہوئی۔ اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ ان کے متعلق گمان ہو سکتا ہے۔ شاید اُن کی محبت دوبارہ عود کر آئے۔ ورنہ اوّل روز دیکھتے ہی یا اس سے بھی پیشتر طلاق واقع ہو جائے۔ تو صاف مطلب ہو گا ایک کے لیے دوسرے کے دل میں گنجائش نہیں ہے اس طرح دی گئی طلاق میں بیوی کو خاوند کے لیے بٹھائے رکھنا مہمل سی بات ہے فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (الاحزاب ۴۹)

اے ایمان والو جب تم مومنات سے نکاح کرو۔ پھر انہیں مس کیے بغیر طلاق دے دو۔ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں جسے تم گنو۔ انہیں کچھ دے کر اچھے انداز میں رخصت کر دو۔

ان تین کے علاوہ اور جو کوئی صورت بھی ہو فقط رجعی طلاق شمار ہو گی اب ایک ہی بار دی ہوئی تین طلاقوں کو تین شمار کر لینا اپنی طرف سے چوتھا استثنیٰ نہیں تو کیا ہے؟

بحث مرتان

قرآن مجید میں ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (البقرہ ۲۲۹)

مطلب یہ ہے کہ طلاق دو دفعہ ہے۔ جس کے بعد رجوع یا چھوڑ دینے کا خاوند کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار ہوتا ہے۔ یوں نہیں کہا۔ طلاقیں دو عدد ہیں کہ آدمی ایک ہی ہندسہ میں متعدد طلاقیں دے دے۔ اسی لیے آگے چل کر فرمایا:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (البقرہ ۲۳۰)

ترجمہ: (دو دفعہ طلاق دے چکنے کے بعد تیسری مرتبہ) اگر پھر طلاق دے دے تو اُس کے لیے جائز نہیں یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کرے۔

اس میں صراحت ہے کہ تینوں طلاقیں قرآن کی رُو سے الگ الگ ہیں فَإِنْ طلقہا کی فا سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ صرف ترتیب کے لیے ہے۔ اگر اسے تعقیب بلا مہلہ یعنی فی الفور تیسری طلاق کے لیے سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا جو شخص دیر بعد تیسری طلاق دے۔ اس کی طلاق، طلاق بتہ نہ سمجھی جائے اور اسے تحلیل کی ضرورت بھی نہ ہو۔ نصوص صریحہ کے ہوتے ہوئے گرامر کی شعبدہ بازیوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ عادتیں اہلسنت کو نہیں، منکرین حدیث کو زیب دیتی ہیں۔

لفظ مرّہ کا اقتضاء یہی ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں ایک ہی طلاق کا مالک ہو۔ کہنے کو تین کیوں نہ کہہ دے۔ شمار ایک ہی ہونا چاہیے۔

جیسے یہ اتفاقی مسئلہ ہے اگر کوئی کہے "تجھے ہزار طلاق" صرف اتنی واقع ہوں گی جتنی کا وہ مالک ہے باقی لغو ہوتی ہیں۔ اسی طرح یک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ ایک وقت میں آدمی مالک ہی ایک کا ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:۔

طلقوا مرتین یعنی دفعتین (تفسیر کبیر ج ۲ ص۲۶)

مرتان کا معنی دو دفعہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

ان الطلاق المشروع متفرق لان المرات لا تکون الا بعد تفرق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالاجماع (حوالہ ایضاً)

بے شک شرعی طلاق الگ الگ ہی ہوتی ہے اس لیے کہ مرات کا مفہوم بالاجماع الگ الگ ہے۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں۔

ولم یرد بالمرتین التثنیۃ ولکن التکریر کقولہ تعالیٰ ثم ارجع البصر کرتین ای کرۃ بعد کرۃ (کشاف)

کرتین کی طرح مرتان کا معنی بھی دو عدد نہیں بلکہ دوبار یعنی ایک کے بعد دوسری مراد ہے۔

ابوبکر جصاصؒ حنفی فرماتے ہیں:۔

انہ قال الطلاق مرتان وذلک یقتضی التفرق لامحالۃ فانہ ان طلق اثنین معا لما جاز ان یقال ان طلقھا مرتین (احکام القرآن)

(فرمان الٰہی الطلاق مرتان ہے اور یہ لازما الگ الگ کو چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اکٹھی دو طلاقیں دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے دو بار طلاق دی)

ابن حیانؒ فرماتے ہیں:۔

فاذا قال انت طالق ثلاثا فھذا لفظ واحد ومدلولہ واحد والواحد یستحیل ان یکون ثلاثا او اثنین (بحر المحیط ج ۲ ص ۱۹۲)

جب کوئی کہتا ہے تجھے تین طلاق۔ تو یہ ایک لفظ ہے لہٰذا اس کا معنی بھی ایک ہی ہے کیونکہ ایک کا تین یا دو ہونا محال ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:۔

وکان القیاس ان لا یکون الطلقتان المجتمعتان معتبرۃ شرعا و اذ لم یکن الطلقتان المجتمعتان معتبرۃ لم یکن الثلاث المجتمعۃ معتبرۃ لم یکن الثلاث مجتمعۃ معتبرۃ بالطریق الاولیٰ لوجودھما

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیھا مع زیادۃ (تفسیر مظہری)

از روئے قیاس اکٹھی دو طلاقیں شرعاً معتبر نہیں جب یہ نہیں تو اکٹھی تین طلاقیں بالاولیٰ معتبر نہیں ہوں گی کیونکہ ان میں دو کے علاوہ ایک کا اضافہ بھی ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے استاد شیخ محمد صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں:۔ قولہ تعالیٰ الطلاق مرتان معناہ مرۃ بعد مرۃ فالتطلیق الشرعی علی التفریق دون الجمع والارسال ۔ (حاشیہ نسائی ج ۲ ص۲۹)

الطلاق مرتان کا معنی ایک کے بعد دوسری ہے شرعی طلاق الگ الگ ہے نہ کہ اکٹھی یا پے درپے۔

یہی تفسیر علامہ سندھی حنفی نے حاشیہ نسائی ج ۲ ص۲۹ میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفیؒ نے مدارک التنزیل کشوری ج ۲ ص۱۷۱ میں مولانا عبدالحق اکلیل نے "اکلیل علی مدارک التنزیل ج ۲ ص۱۷۱ میں اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فیض الباری ج ۴ ص۳۱۱ میں کی ہے۔

لفظ مرتان پر بعض نے اعتراض کیا ہے کہ اس کے لیے دو متفرق اوقات ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ

(احزاب ۳۱)

اور جو کوئی تم (ازواج مطہرات) میں سے اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے ہم اسے دو گنا اجر دیں گے۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ ۔ تین قسم کے لوگوں کو دوگنا ثواب ملے گا۔

ظاہر ہے ان مثالوں میں اجر کے متعلق مرتین کا اطلاق ایک وقت میں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کا جواب یہ ہے بعض اوقات ایک لفظ کے مفہوم میں استعمال کو بھی دخل ہوتا ہے۔ اسی مرتین یا مرات کو لیجیے۔ اگر یہ صیغے کسی عینی چیز کے متعلق استعمال ہوں۔ تو ایک ہی زمانہ میں پایا جانا ممکن ہوتا ہے جیسے شق قمر کے بارے میں مروی ہے۔

انشق القمر بمکة مرتین (ترمذی تفسیر سورۃ قمر)

مکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

یہاں دو مرتبہ کا معنی لینا غلط ہو گا۔ پیش کردہ دونوں حوالے بھی اسی قبیل سے ہیں۔ اور اگر ان صیغوں کا استعمال کسی فعل کے سرزد ہونے سے متعلق ہو تو اس کا ایک زمانہ میں واقع ہونا ناممکن ہوتا ہے۔

جیسے فرمایا:

سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ (توبہ) ہم انھیں دوبارہ عذاب کریں گے۔

یا جیسے

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ۔

(توبہ ۱۲۶)

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ انھیں سال میں ایک بار یا دو بار آزمایا جاتا ہے۔

کیونکہ ایک وقت میں ایک ہی فعل پایا جا سکتا ہے۔ تو پھر ایک وقت میں متعدد طلاقیں کیسے ممکن ہیں۔ ورنہ لازم آئے گا قرآن و سنت میں جہاں کہیں بھی کسی کام کو چند بار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایک ہی دفعہ کر دینے سے ادا ہو جائے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

لعان

مثلاً لعان کے متعلق حکم ہے جانبین سے چار چار دفعہ اپنی صفائی پر قسمیں لی جائیں۔ اب ان میں سے کوئی کہے میں چار دفعہ خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ میں سچا ہوں۔ تو یہ گواہی بالاتفاق غیر معتبر ہو گی۔

اقرار: اقرار کے متعلق حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:۔

قوله طلقتها ثلاثا بمنزلة قوله سلمت ثلاثا او اقررت ثلاثا اونحوه مما لا يعقل جمعه (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۹)

کسی کا یہ کہنا کہ میں نے اسے تین طلاقیں دیں بالکل ایسے ہی ہے جیسے وہ کہے میں نے تین دفعہ سلام کہا یا تین دفعہ اقرار کیا وغیرہ کہ جن میں جمع عقلاً محال ہے۔

بعض نے عرفِ عام کے ساتھ اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ عام لوگ کہا کرتے ہیں میں نے سو دفعہ اقرار کیا یا فلاں کو لاکھوں سلام۔ نیز یہ کہا ہے کہ اقرار بالزنا پر قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ وہ حدود کی مد میں داخل ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ جواب ہوا نہیں۔ عرفاً اگر ایک بات کو ایک بار کہہ کر جمع کا ہندسہ بول دیا جائے تو یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اتنی دفعہ کہا یا اتنی بار کیا اس مقام پر مرّتین یا مرّات کی بحث ہو رہی ہے۔ اقرار بالزنا کا جواب کسی صورت نہ بن سکا تو کہہ دیا یہ حدود کی مد میں داخل ہے اس لیے اس پر قیاس درست نہیں لا حول ولا قوة الا باللہ۔ کیا طلاق کا معاملہ یوں ہی سمجھ رکھا ہے؟ اس کے متعلق بھی تو آتا ہے تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا (بقرہ) کیا یہ حدود اُن حدود کی نسبت غیر اہم ہیں؟ یہاں احتیاط کی ضرورت نہیں؟ بلکہ احلف باللہ ثلاثا کہنا خود حنفیہ کے نزدیک ایک قسم ہے جب کہ یہاں حدود کا بھی کوئی چکر نہیں۔

علامہ قرطبیؒ اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کے حق میں دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قد قال الولی انکحتک هؤلاء الثلاث فی کلمة واحدة انعقد کما لو قال انکحتک هذه وهذه وهذه وكذا فی العتق والاقرار وغير ذلک من الاحکام (فتح الباری ج ۹ ص ۲۹۲)

(اگر ولی بیک کلمہ یہ کہے کہ میں نے ان تینوں لڑکیوں کا نکاح تجھ سے کر دیا تو یہ منعقد ہو جائے گا جیسے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے نکاح کر دیا تجھ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا اور اس کا اور اس کا، اسی طرح غلام آزاد کرنے اور اقرار وغیرہ کے مسائل کا حکم ہے)

یہ قیاس یا یہ دلیل تب صحیح ہوتی اگر مسئلہ زیرِ غور یہ ہوتا کہ آیا ایک کلمہ سے یا ایک مجلس میں تین عورتوں کو طلاق دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اس کے بجائے مسئلہ زیرِ غور یہ ہے کہ کیا ایک کلمہ سے ایک عورت کو تین طلاقیں دی جا سکتی ہیں یا نہیں۔

ایک تیر سے دو (یا تین) شکار کرنا اور ایک شکار پہ دو (یا تین) تیر چلانا۔ ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ متعدد میتوں پہ ایک نماز جنازہ پڑھنا اور ایک میت پر متعدد نماز ہائے جنازہ پڑھنا۔ بینھما بون بعید۔

تسبیحات وغیرہ

ارشاد نبوی ہے:۔

من قال فی یوم سُبحانَ اللّٰہ وبحمدہ مائۃ مرۃٍ حُطّت عنہ خطایاہ ولو کانت مثل زبد البحر۔

جو شخص ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللّٰہ وبحمدہ کہے گا اس کے کل گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

اب اگر وہ کہتا ہے سبحان اللّٰہ وبحمدہ مائۃ مرّۃ۔ سب کے نزدیک ایک ہی تسبیح شمار ہوگی۔ نیز جیسے حضور صلعم کا فرمان ہے ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ ۳۳ مرتبہ الحمد للّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہ اکبر کہا کرو۔ یہاں بھی اگر ہم شارٹ ہینڈ کا تجربہ شروع کر دیں تو نتیجہ ظاہر ہے۔ بلکہ نماز جس کے لیے پانچ مختلف اوقات مقرر ہیں اگر ہم ایک وقت میں پانچوں پڑھنے لگیں یا ایک نماز میں پانچوں کی نیت کر لیں تو کیا ادا ہو جائینگی ہرگز نہیں۔ مناسک حج کے سلسلہ میں امام مالکؒ اور جمہور علماء کے نزدیک بھی بیک وقت سات کنکریاں مارنا ایک جمرہ کے برابر ہے۔

آپ کسی کے مکان پہ جا کر ایک دفعہ دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے بیس کا ہندسہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولیں۔ تو کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے بیس دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور آیت۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ (نور ۵۸)

اے ایمان والو چاہیے کہ (گھر میں آنے کی) اجازت مانگیں تم سے تمہارے غلام اور تمہارے بچے (دن میں) تین بار۔

میں مرّات کے مفہوم کا مختلف اوقات میں پایا جانا بہت ہی عیاں ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں طلاق جیسی مبغوض چیز کو ان احکام پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اہل قیاس کی طرف سے قیاس کی مخالفت عجب شے ہے۔ کچھ بانٹنا چاہیے مگر ان کا اعتبار نہیں جہاں مقصد حل ہوتا نظر آتا ہے قیاس کر لیتے ہیں جہاں ذرا ضعف پہنچتا ہے، تاویل کر ڈالتے ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تسبیح۔

سبحان اللہ عدد خلقہ (ترمذی) اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر) پر قیاس انہیں پسند آگیا ہے جو ان گنت عدد پر محتوی ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو یہ بھی ایک ہی تسبیح ہے گو اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ میرے بھائی جہاں تعداد شرعاً مقرر ہو وہاں اتنی ہی ادائیگی سے کام بنتا ہے کم پر ہرگز نہیں۔ نیز تفصیلی عمل اور ٹوٹل میں بھی فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔

بات درحقیقت اچھے یا برے ہونے کی نہیں لفظ مرّہ کے استعمال کی ہے۔ اور اگر اس بات کا احساس ہے کہ طلاق واقعی بہت بری چیز ہے تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اسے کم از کم قبول کیا جائے نہ کہ زیادہ سے زیادہ۔ اور فقہ کا تقاضا یہ ہے کہ طلاقیں مختلف اوقات میں دی جائیں نہ کہ بیک وقت۔ یہاں نہ جانے ان فقہا کی فقہ کو کیا ہو گیا ہے جس طرح عیسائیوں نے ایک خدا کے تین خدا یا اہل تقلید نے ایک مذہب کے چار مذہب بنا دیے۔ انہوں نے ایک دفعہ کی طلاق کو طلاقہائے ثلاثہ میں تبدیل کر دیا۔

لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ (النساء ۱۵۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافہ

پھر آگے فرمایا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ (البقرہ ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ پس پہنچیں اپنی عدت کو تو انہیں اچھی طرح رکھ لو۔ یا عزت سے رخصت کر دو۔

اذا کی عمومیت بتلا رہی ہے کہ تین مستثنیٰ شکلوں کے ماسوا جب تم طلاق دو تو صورت حال یہ ہوگی اس میں بیک وقت تین کی تخصیص ہماری طرف سے اضافہ ہوگا۔

سورہ طلاق کی آیت

۲۸ ویں پارہ میں سورہ طلاق کی شروع آیات تو اس مفہوم میں بالکل واضح ہیں فرمایا:۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔

(ترجمہ) اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے انہیں ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔ اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا شاید اللہ تعالےٰ اس کے بعد کوئی بات پیدا کر دے پس جب پہنچیں اپنی مدت کو تو انہیں نیکی کے ساتھ رکھ لو یا نیکی کے ساتھ جدا کر دو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطلقوھن لعدتھن کے دو مطلب لیے گئے ہیں (۱) عدت کے وقت طلاق دو (۲) عدت کے شروع میں طلاق دو۔ اوّل الذکر معنی کے لحاظ سے مطلب صرف یہ ہوگا کہ عورت کو اثنائے حمل یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مجامعت نہ کی ہو۔ ثانی الذکر مفہوم سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس وقت طلاق دی جائے۔ جب عدت کا شمار شروع کیا جاسکے۔ یہ تب ہو سکتا ہے یا تو رجوع کے بعد دوسری یا تیسری طلاق دی جائے۔ یا عدت ختم ہونے پر اگر دوبارہ نکاح کرے تو۔ اس حکم کے پیش نظر قبل از رجوع طلاق اس لیے نہیں دے سکتا کہ سابقہ عدت ہنوز چل رہی ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ اس وقت طلاق دو جب عدت کا آغاز ہو سکے۔ اس لیے پہلی عدت پر بنا لازماً نہیں ہوگی۔ اور اگر یہاں سے ازسرِ نو عدت شمار کی جائے تو عدت تین حیض سے متجاوز ہو جائے گی جو نص کے خلاف ہے۔ اس معنی کو اس لیے ترجیح حاصل ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی قرأت ہی یہ تھی فطلقوھن فی قبل عدتھن اُن کو عدت کے شروع میں طلاق دو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی اسی طرح تلاوت کرتے تھے۔ اور انھوں نے اسی آیت سے بیک وقت طلاقِ ثلاثہ کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا ہے پھر فرمایا انھیں گھر سے مت نکالو اور نہ وہ اپنے آپ نکلیں۔ اسی گھر میں عدت گزارنے کی مصلحت یہی ہے کہ ممکن ہے شوہر کو اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کی توفیق نصیب ہو جائے۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ اس طلاق کو رجعی قرار دیا جائے۔ ورنہ طلاق بائن یا بتہ ہو جانے کے بعد تو خاوند کے ذمہ نان و نفقہ نہیں رہتا۔

پھر فرمایا جو کوئی اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے پر ظلم کیا۔ طلاق رجعی کا حکم نافذ کرنے کے بعد اس دھمکی سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق ثلاثہ ظلم ہے۔ اس کے متعلق یہ تاویل نہیں پھبتی۔ وہ چونکہ ایسا کر ہی بیٹھا ہے۔ اب یہ طلاقیں واقع ہو کر رہیں گی۔ اس نے خود حقِ رجوع ساقط کر دیا ہے۔ تو اُسے خواہ مخواہ یہ حق کیوں دیا جائے؟ اس لیے کہ یک مشت تین طلاق ظلم ہے۔ اور ظلم کو قائم رکھنا انصاف نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے فقد ظلم نفسہ سے تین طلاق کا وقوع مراد نہیں بلکہ
وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ
(البقرہ ۲۳۱)
اور نہ روک رکھو انھیں تکلیف دینے کی غرض سے تاکہ تم زیادتی کرو
اور جس نے ایسا کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔
کی طرح عاقبت کی خرابی مراد ہے۔
پھر کما لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ احداث کی تفسیر
صحابہؓ نے رجوع سے تعبیر کی ہے۔

عمومی آیات

باقی طلاق کے متعلق قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ایک اور تین رجعی یا غیر رجعی اکٹھی یا الگ الگ کا ذکر ہی نہیں جیسے

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ (احزاب ۴۹)
اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں کو نکاح کے بعد قبل از مساس طلاق دے دو۔

(۲) وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ (بقرہ ۲۴۱)
اور طلاق یافتہ عورتوں کے لیے فائدہ ہے معروف طریقہ پر۔

(۳) وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ (بقرہ ۲۳۷)
اور اگر تم انھیں قبل از مساس طلاق دے دو۔

(۴) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ۔
اگر تم انھیں قبل از مساس طلاق دے دو تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔
وغیرہ۔ تو ان کے
عموم و اطلاق سے اگر کوئی استدلال کرتا پھرے تو اس کی مرضی ہے ورنہ امام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذه عمومات مخصصة واطلاقات مقيدة بما ثبت من الادلة الدالة على المنع من وقوع فوق الواحدة۔

(نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۷)

یہ عمومات و اطلاقات ہیں ان کی ان دلائل سے تخصیص و تقیید ہو چکی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ طلاق کا وقوع منع ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث سے ثبوت

اکٹھی تین طلاق سے حضورؐ کا اظہار ناراضگی

بیک وقت تین طلاق سے جس معاشرتی خرابی اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے حضور علیہ السلام سے مخفی نہیں تھا۔ آپ کے نزدیک اس مسئلہ کی اہمیت کچھ کم نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا۔ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاق دے ڈالی ہیں۔ آپ غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہرکم۔

کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے اور ابھی میں تم میں موجود ہوں (عن محمود بن لبید۔ نسائی کتاب الطلاق ج ۲ ص ۸۹)

اس میں یہ وضاحت تو نہیں آپ نے انہیں تین ہی رکھا یا ایک قرار دیا مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ کا غصہ کبھی بے موقع نہیں ہوتا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک چیز جائز بھی ہو (خواہ مع الکراہنہ ہی سہی) پھر آپ اس کے لیے ناراضگی کا اس قدر اہتمام فرمائیں۔

بلکہ آگے الفاظ یہ ہیں۔

حتیٰ قام رجل قال یارسول اللہ الا اقتلہ۔

یہاں تک کہ ایک صحابی اٹھ کر کہنے لگے حضورؐ میں اسے قتل نہ کر ڈالوں؟ یعنی انھوں نے محسوس کیا جو نادان اکٹھی تین طلاقیں دے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم اتنے ناراض ہیں کہ اسے قتل ہی ہو جانا چاہیے۔

اس حدیث میں بعض نے یہ الفاظ زائد کیے ہیں۔

وامضاہ علیہ ولم یردہ

اور حضورؐ نے تین طلاق کو اس پر جاری کیا اور رد نہیں کیا۔

مگر حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں یہ زیادتی موضوع ہے۔

(اغاثۃ اللہفان ج ۱ ص ۲۹۶)

معصیت کو قائم رکھنا بھی معصیت ہے

فقہائے احناف کی کتابوں میں اکٹھی تین طلاقوں کو حرام و بدعت تسلیم کیا گیا ہے۔ پھر یہ عقیدہ واقعی واقعی حیرت انگیز ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس معصیت کا ارتکاب کر ہی لے تو طلاق ہائے ثلاثہ واقع ہو جائیں گی۔

شافعیہ کا مسلک ان کی نسبت ٹھوس اور واضح ہے جو تین طلاقوں کو بغیر کسی کراہت کے صحیح مانتے ہیں۔ ان پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ یعنی انہیں علم ہی نہیں کہ شریعت نے اس طریق کو برا جانا ہے انہیں اس کی حرمت معلوم ہے پھر صحیح سمجھتے ہیں شریعت کے ساتھ یہ کتنا سنگین مذاق ہے اور کتنا بڑا مذہبی تضاد ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرہ ۲۰۹)

اگر دلائل آجانے کے بعد پھر تم پھسل جاؤ تو جان لو کہ اللہ غالب ہے حکمت والا۔

قرآن اور بدعت

حیرت ہے کہ ایک طرف یہ لوگ اسے بدعت کہتے ہیں جس کے متعلق ارشاد نبوی ہے:

کل بدعۃ ضلالۃ کل ضلالۃ فی النار۔

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جانب یہ کبھی مرتان کا معنی اثنان کر کے کبھی ان طلقہا کی فا اور کبھی اطلاق وعمومیت کی بات کر کے اسے قرآن سے ثابت کرتے ہیں یعنی بدعت کا ثبوت قرآن مجید سے مہیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید بھی بدعت ہو گیا۔ معاذ اللہ۔

بھلا جو بات قرآن پاک سے ثابت ہو وہ کیسے بدعت ہو سکتی ہے یہ کھچڑی نما نظریہ رکھنے کی مجبوری کی وجہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکٹھی تین طلاقوں کو برا جاننا ہے تو کیا خیال ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کو برا جانا ہے جس کا ثبوت بقول ان کے متعدد مقامات پر خود قرآن مجید میں موجود ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (النساء ۸۲)

کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ منجانب اللہ نہ ہوتا تو اس میں بہت تفاوت پاتے۔

قرآن نہ ہوا فقہ حنفی کوئی کتاب ہو گئی۔

بھول بھلیاں

اتنے سیانے اور سمجھدار ہو کر یہ شافعیہ کے دلائل ہمارے خلاف پیش کرتے ہیں۔ یہ چکر بالکل ایسے ہی چل گیا ہے جیسے حنفیہ مقتدی کو فاتحہ سے بچانے کی دھن میں لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب میں ...... لا کو لا نفی کمال پر محمول کر کے سرے سے فاتحہ کے متعلق خود اپنے مسلک وجوب کو ہی دریا برد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

یہ ظلم زمانہ جاہلیت میں بھی نہ تھا

کہا جاتا ہے اس طرح عورت کو طلاقیں دینا ظلم ہے۔ سوال یہ ہے اگر یہ ظلم ہے تو کیا ظلم کو قائم رکھنا اس سے بڑھ کر ظلم نہیں۔ یہ ظلم تو زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت بھی ہر طلاق الگ الگ اور رجعی ہوتی تھی۔ اسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے طلاقوں کی تحدید کی ہے طریق رجعت کو نہیں بدلا ہے۔ اس لیے اس البغض الحلال کو کم از کم ہی گوارا کرنا چاہیے اور اسی حد تک محدود رکھنا چاہیے جتنا کہ صحیح اور کتاب وسنت سے ثابت ہے باقی کو رد کر دینا چاہیے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

مَنْ عَمِلَ عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد (مسلم)

ہماری شریعت سے ہٹ کر جو کام ہوگا وہ مردود ہوگا۔

ناجائز نذر

جس طرح عام قاعدہ کے تحت نذر کا پورا کیا جانا ضروری ہوتا ہے لیکن ایک شخص اگر ناجائز کام کی نذر مانے یا غلط بات کی قسم اُٹھائے تو خلاف شرع اور معصیت پر مبنی ہونے کی وجہ سے انھیں ہرگز عملی جامہ نہیں پہنایا جائے گا۔ اور یہ نہیں سوچا جائے گا کہ اب چونکہ وہ ایسا کر ہی بیٹھا ہے لہٰذا مجبوراً اس پر عمل درآمد کرنا ہی پڑے گا۔

ٹھیک اسی طرح طلاق کا معاملہ ہے اگر کسی سے طلاق ثلاثہ کی بے ہودگی سرزد ہوجاتی ہے تو اُسے بطور تعزیر کچھ سزا تو دی جا سکتی ہے لیکن اس ظلم کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

بقدر ضرورت

اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے

ما ثبت بالضرورۃ فھو تیقدر بالضرورۃ۔

مجبوری امر بقدر ضرورت ہی ہونا چاہیے۔

کسے معلوم نہیں حالتِ اضطرار میں حرام شے کے استعمال کی اجازت غیر باغٍ ولا عادٍ کی شرط کے ساتھ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:-

ھلك المتنطعون (مسلم)

دین میں شدت و تعمق برتنے والے ہلاک ہوجائیں۔

قرآن مجید کی آیت لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لكم (مائدہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت ابوبکر جصاص رح لکھتے ہیں :

ظاہرہ یقتضی تحریم الثلاث لما فیھا من تحریم ما احل اللہ لنا من الطیبات (احکام القرآن)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں منع ہیں کیونکہ یہ بھی حلال کو حرام کرنا ہے۔

حدود پر قیاس

بعض لوگ کہتے ہیں شریعت میں جو کام حرام اور ممنوع ہیں ان پر عمل کیا جائے تو سزا ملتی ہے اور اثر مترتب ہوتا ہے جیسے ارتداد ، زنا ، چوری ، قتل اور ڈاکہ ۔ نیز ظہار یعنی بیوی کو ماں بہن کہنے کا بھی کفارہ دینا پڑتا ہے اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں مکروہ اور غیر مستحسن ہونے کے باوجود موثر سمجھی جانی چاہئیں۔

علمی دنیا میں شاید ہی کوئی استدلال اس سے زیادہ بے وزن اور بھو کا ہو۔ کسی عالم دین سے اس کی توقع ہرگز نہیں ہوسکتی ۔جہاں تک جرائم کا تعلق ہے ان پر قیاس تب صحیح ہوسکتا ہے جب انہیں جائز مع الکراہتہ تسلیم کرلیا جائے یعنی جس طرح شافعیہ تین طلاقوں کو سنت سمجھتے ہیں اور حنفیہ بھی اسے قرآن وسنت سے ثابت اور ماخوذ خیال کرتے ہیں ان جرائم کی نوعیت بھی یہی ہو ۔ اسی طرح ظہار کا معاملہ ہے شریعت میں ظہار کی سزا یعنی کفارہ تو ہے مگر اس کی تاثیر نہیں مانی گئی بلکہ اسے لغو اور بے بنیاد قرار دیا گیا ہے فرمایا :۔

مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (مجادلہ ۲)

وہ ان کی مائیں نہیں ۔ مائیں ان کی وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے وہ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ۔

جرم اور سزا : تو جیسے منکوحہ بیوی ماں نہیں بن سکتی اور ایسا کہنے والے کی بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضول قرار پاتی ہے اور اسے کوئی سزا دے دی جاتی ہے اسی طرح اکٹھی تین طلاقوں سے بیوی حرام نہیں ہو جاتی بلکہ مطلق کو تنبیہ کی خاطر کچھ سزا دی جا سکتی ہے۔ یعنی دراصل مجرم پر جرم نہیں نافذ ہونا بلکہ جرم کی سزا نافذ ہوا کرتی ہے تین طلاق کا نفاذ تو عین جرم کا نفاذ ہے۔

ابن عمرؓ کا بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دینا

جہاں تک عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ انہوں نے بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی جو باوجود بدعی ہونے کے حُسِبَتْ تطلیقۃ (بخاری ومسلم) ایک طلاق سمجھی گئی۔ اس میں استدلال والی کوئی بات نہیں کیونکہ ایک حدیث میں یوں بھی ہے:

فردھا علی ولم یرھا شیئا (ابوداؤد ص۲۲۲ وغیرہ)

حضورؐ نے بیوی کو میرے پاس لوٹا دیا اور طلاق کو کچھ خیال نہ کیا۔

چنانچہ حافظ ابن حزمؒ، حافظ ابن تیمیہؒ۔ حافظ ابن قیمؒ وغیرہم کا یہی مسلک ہے کیونکہ لم یرھا کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حُسِبَتْ کا فاعل نہ جانے کون ہے۔ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

فریقین کے دلائل قریب قریب مساوی ہیں اس لیے صاف فیصلہ کسی جانب نہیں ہو سکتا۔

توجس مسئلہ میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہو بلکہ جس میں فریق مخالف کے دلائل بھی زیادہ وزنی اور قوی معلوم ہوں ہے ہوں اس پہ قیاس کیا کرنا۔

اگر طلاق کا وقوع مان بھی لیا جائے تو اس میں یہ بھی ارشاد ہے:۔

مرہ فلیراجعھا (مسلم ص۴۷۶)

www.KitaboSunnat.com

اسے کہو رجوع کر لے۔

وہ طلاق ہی کیا جس کے بعد رجوع واجب ہو۔ یہ طلاق اپنی مثال آپ نظر آتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے غلطی کی تائید کر کے مزید غلطی کا ثبوت نہیں دینا چاہیے۔ جتنی بات غلط ہو اسے زائل کر دینا چاہیے اور جتنی صحیح ہو اسے رکھ لینا چاہیے اور کوشش کرنا چاہیے کہ کسی نسمت کے مارے کا گھر آباد ہو برباد نہ ہو۔

حیض والی طلاق واقع ہو نہ ہو اس کے بعد رجوع کا حکم ہے اور اکٹھی تین طلاقوں کے بعد تو ہم صرف رجعت کی اجازت کے قائل ہیں جو کہ باقاعدہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے نیز کسی حکم کا نفاذ یا عدم نفاذ اور بات ہوتی ہے مقدار کی کمی بیشی اس سے مختلف ہے۔

مصنوعی بے بسی

یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو متفرق اوقات میں طلاق ہائے ثلاثہ دینے کا اختیار دیا تھا۔ اس نے بیک وقت تین طلاق دے کر خود ہی یہ موقع ہاتھ سے کھو دیا ہے۔ لہٰذا ایک کام جو ہو چکا۔ اس کے متعلق اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات تب ہو سکتی ہے اگر کوئی حسی چیز ہمارے سامنے ہو۔ مثلاً ہمارے پاس تین دھاگے ہوں جنہیں فرداً فرداً کاٹنا چاہیے۔ لیکن ایک ہی مرتبہ کاٹ کے رکھ دیا گیا۔ یا جانور کو ذبح کرتے وقت طریقہ سے چھری پھیرنے کی بجائے جھٹکا کر دیا جائے تو واقعی مسئلہ ہمارے بس سے باہر ہو جاتا ہے طلاق ایک معنوی چیز ہے۔ اس میں حسًا کوئی تاثیر نہیں۔ یہ تو مذہب نے فرض کر دیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے کہے گا۔ تجھے طلاق ہے۔ تو بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ جب شریعت کی مرضی یہ نہیں کہ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہوں تو ان الفاظ میں خواہ مخواہ اپنی جانب سے تاثیر بڑھا لینا کہاں کی دانشمندی ہے۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

فان اللہ سبحانہ انما شرع الطلاق مرۃ بعد مرۃ ولم یشرعہ جملۃ واحدۃ اصلا (اغاثۃ اللہفان ج ۱ ص ۲۸۳)

اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے طلاقیں مشروع فرمائی ہیں یکبارگی کا تو کوئی شرعی جواز ہی نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق اور بندوق

بعض لوگ، طلاق کو بندوق پر بھی قیاس کرتے ہیں جس سے یک دم کئی فائر کیے جا سکتے ہیں اور جس سے نادانستہ بھی ہدف زخمی ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے۔ بندوق، پاگل یا نشئی یا مجبور یا سونے والے کے ہاتھ میں اگر پکڑا دی جائے تو لبلبی دبانے سے چل جاتی ہے اور زخمی ہونے والا تڑپ جاتا ہے مگر ایسے اشخاص کے ہاتھوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ۔ (ابن ماجہ وغیرہ)

میری امت کو بھول چوک اور جبر معاف ہے۔

لغو طلاقیں

خالص شرعی نقطہ نظر سے ایک دفعہ کی تین طلاقیں فقط ایک شمار ہوتی ہیں باقی دو طلاقیں لغو قرار پاتی ہیں۔ فالتو طلاقوں کو لغو قرار دینا کوئی اچنبھی بات نہیں ہے خود حنفیہ کے ہاں اس کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً اگر کوئی انت طالق کہہ کر زیادہ کی نیت کرے تو ایک ہی واقع ہوتی ہے انت طالق طلاقاً سے اگر ایک کی نیت کرے تو ایک دو کی نیت کرے تو بھی ایک تین کی نیت کرے تو تین واقع ہوتی ہیں۔ طلاق کنایہ کی صورت میں بھی دو طلاق کی نیت کرے تو ایک طلاق ہوتی ہے قبل از دخول اگر الگ الگ تین بار انت طالق انت طالق انت طالق کہے تو بھی ایک واقع ہوتی ہے۔ باقی لغو ہوتی ہیں۔

وقال مالک وربیعۃ واھل المدینۃ والاوزاعی وابن ابی لیلی اذا قال لھا ثلاث مرات انت طالق نسقا متتابعۃ حرمت علیہ حتی تنکح زوجا غیرہ فان ھو سکت بین التطلیقتین بانت بالاولی ولم تلحقھا الثانیۃ (اغاثۃ ج ۱ ص ۳۳۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مذکورہ ائمہ نے فرمایا جب پے در پے تین بار انت طالق کہے تو تین طلاق کے احکام نافذ ہو جائیں گے اگر درمیان وقفہ کرے تو پہلی طلاق سے بیوی جُدا ہو جائے گی دوسری طلاق نہیں پڑے گی)

ایک اجتہادی مسئلہ میں اختلاف آراء ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صریح حدیث معلوم ہو جانے کے بعد شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنی چاہیے۔ حدیث پاک ملاحظہ ہو:-

حدیث رکانہ

حدثنا سعد بن ابراھیم حدثنا ابی عن محمد بن اسحاق قال: حدثنی داؤد بن الحسین عن عکرمۃ مولیٰ ابن عباس قال طلّق رکانۃ بن عبد یزید (اخو المطلب) امرأتہ ثلاثاً فی مجلس واحد فحزن علیھا حزناً شدیداً فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا؟ قال طلّقتھا ثلاثاً قال فی مجلس واحد؟ قال نعم قال فانما تلك واحدۃ فارجعھا ان شئت قال فرجعتھا قال وکان ابن عباس یری ان الطلاق عند کل طھر (احمد)

ابن عباس سے مروی ہے کہ رُکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں اور بہت پچھتایا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا۔ تم نے کس طرح طلاق دی۔ کہنے لگا میں نے تین طلاق دی ہیں فرمایا ایک نشست میں؟ کہا ہاں! فرمایا یہ ایک ہی ہے چاہو تو رجوع کر سکتے ہو۔ رکانہ کہتے ہیں میں نے پھر رجوع کر لیا۔ عکرمہؓ نے کہا ابن عباسؓ کے نزدیک طلاق کی شکل یہی تھی کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے [1]

راوی محمد بن اسحٰق

یہ حدیث صحیح ہے اور مفہوم میں بھی بالکل واضح ہے لے دے کے اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے تو یہ کہ راوی محمد بن اسحٰق کو تدلیس کی عادت ہے لیکن اس کا

[1] ہر طہر میں طلاق حضرت ابن عباس کی ذاتی رائے تھی۔ اسکی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدثنی کہنا اس وہم کو ختم کر دیتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اُس نے داؤد سے خود سُن کر یہ حدیث بیان کی ہے حاکم نے مستدرک میں یہ روایت لا کر اس کی سند کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

نیل الاوطار ج ۲ میں ہے:۔

رواہ احمد وابو یعلیٰؒ وصححہ

اسے روایت کیا احمدؒ نے اور ابو یعلیٰؒ نے اور صحیح کہا اسے۔

ترمذی میں جو روایت آتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی زینبؓ ابوالعاصؓ بن ربیع کو چھ سال بعد اسلام لانے کے باوجود بلا تجدید نکاح لوٹا دی تھی (باب ما جاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما) اسی سند سے مروی ہے۔ اس سند کو آئمہ نے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا ہے۔ لیس باسنادہ بأس۔ ابن کثیرؒ نے ارشاد میں کہا ہے ھو حدیث جید قوی۔ مزید سُنیے:

ابن اسحاق انما یتھم بالتدلیس اذا عنعن فقط والا فھو امام ثقۃ (تعلیقات بلوغ المرام رقم ۱۰۷ ص ۲۱۵) از علامہ محمد الفقی ازہری،

ابن اسحٰق جب روایت منعن بیان کریں تو صرف اس وقت ان پر تدلیس کا الزام آتا ہے۔ ورنہ ویسے وہ ثقہ امام ہیں۔ علامہ احمد محمد شاکر نے بھی قصہ رکانہ کے متعلق کہا ہے۔

اسنادہ صحیح، تعلیق مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۳

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

ھذا الحدیث قال فیہ ابن اسحٰق حدثنی داؤد وداؤد من شیوخ مالک ورجال البخاری وابن اسحٰق اذا قال حدثنی فھو ثقۃ عند الحدیث وھذا اسناد جید۔

اس حدیث میں ابن اسحٰق نے حدثنی داؤد کہا ہے۔ داؤد امام مالکؒ کے استاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بخاری کے راوی ہیں ابن اسحٰق جب حدثنی کہے تو وہ اہلحدیث کے نزدیک ثقہ ہے اور یہ اسناد عمدہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

فان الائمة قبلوا حديثه (القول المسدد)

ائمہ نے اس کی حدیث کو قبول کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں هذا الحديث نص فى المسئلة لا يقبل التاويل (فتح الباری ج ۹ ص ۲۹۰)

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے اور یہاں تاویل کی گنجائش نہیں۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:۔

ابن اسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور (عمدة القاری)

جمہور کے نزدیک ابن اسحٰق عظیم ثقہ راویوں میں سے ہے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔

فالذی يظهر لی ان ابن اسحاق حسن الحديث صالح الحال صدوق (میزان الاعتدال ص ۲۴)

مجھے تو یہی بات معلوم ہے کہ ابن اسحٰق حدیث کے معاملہ میں بالکل ٹھیک ٹھاک اور راست باز ہے۔

امام ابن ہمامؒ حنفی فرماتے ہیں:۔

امام ابن اسحاق فثقة ۔ ثقة ۔ لا شبهة عندنا (فتح القدیر)

ابن اسحٰق پس بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک ثقہ ہے ثقہ ہے۔

مولانا عبدالحیؒ لکھنوی حنفی فرماتے ہیں:۔

والحق فى ابن اسحاق هو التوثيق (سعایہ)

صحیح بات یہ ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہے۔

امام مالکؒ کی جرح کے متعلق ابن ہمام لکھتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وما نقل عن مالک لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اہل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المومنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید و یزید بن زریع وابن علیہ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ الحدیث غفر اللہ لھم۔

امام مالکؒ سے جو جرح بیان کی جاتی ہے وہ ثابت نہیں اگر صحیح ہے تو اہل علم نے اسے قبول نہیں کیا کیونکہ شعبہ نے انہیں حدیث میں امیر المومنین مانا ہے اور حضرت سفیان ثوری جیسے ائمہ حدیث نے ان سے روایت لی ہے

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

ان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃ (فتح القدیر)

امام مالکؒ نے ابن اسحاق پر کی ہوئی جرح سے رجوع فرما لیا اور ان سے صلح فرما لی اور ان کی طرف تحفہ ارسال فرمایا۔

ابوبکر خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں :۔

محمد بن اسحاق رجل قد اجمع الکبراء من اھل العلم علی الاخذ منہ (تاریخ بغداد ج ۱ ص۲۲۴)

محمد بن اسحٰق وہ شخص ہیں جن کی روایت قبول کرنے پر اکابر اہل علم کا اجماع ہے۔

نیز فرماتے ہیں :۔

قد ذکر بعض العلماء ان مالکا عابہ جماعۃ من اھل العلم فی زمانہ باطلاق لسانہ فی قوم معروفین بالصلاح والدیانۃ والثقۃ والامانۃ (ایضاً ص۲۲۳)

بعض علماء نے ذکر کیا کہ بہت سے اہل علم نے امام مالکؒ کی اس عادت کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معیوب جانا کہ وہ بسا اوقات ایسے لوگوں پر بھی جرح فرما دیتے ہیں جن میں ایک ثقہ راوی کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

وثبت ایضًا فی مسند احمد ان رکانۃ بن عبد یزید طلق امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھی واحدۃ ولم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلاف ھذہ السنۃ بل ما یخالفہا اما انہ ضعیف بل مرجوع واما انہ صحیح لایدل علی خلاف ذلک۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص۸۶)

مسند احمد میں ثابت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی عورت کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں جنہیں نبی علیہ السلام نے ایک قرار دیا اس سنت کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات ثابت نہیں۔ مخالف روایتیں یا تو ضعیف اور مرجوح ہیں، یا اگر صحیح ہیں تو ان سے اس کے خلاف استدلال درست نہیں۔

ابن جریج کی روایت

حدثنا احمد بن صالح حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عکرمۃ عن ابن عباس قال طلق عبد یزید ابو رکانۃ ونکح امرأۃ من مزینۃ فجاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ما یغنی عنی الا کما تغنی ھذہ الشعرۃ اخذتہا من راسہا ففرق بینی وبینہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعبد یزید طلقہا ففعل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم راجع امرأتک ام رکانۃ واخوتہ وقال انی طلقتہا ثلاثا یا رسول اللہ قال قد علمت راجعہا وتلا یٰایُّہَا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتہن (ابوداؤد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابورکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے کر مزنی قبیلہ کی ایک عورت سے شادی کرلی وہ آکر نبی علیہ السلام سے کہنے لگی مجھے اس کا فائدہ اس بال سے زیادہ نہیں ہے ہمارے درمیان تفریق کرا دیجیے آپ نے ابورکانہ کو کہہ کر اسے طلاق دلوا دی اور ابورکانہ سے فرمایا تم ام رکانہ سے رجوع کر لو۔ انھوں نے عرض کیا میں اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں فرمایا مجھے علم ہے تم رجوع کرلو، اور یہ آیت تلاوت فرمائی: اے نبی جب عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے لیے طلاق دو۔

اس میں بھی تین طلاقوں کا ذکر ہے جنھیں حضورؐ نے رجعی قرار دیا ہے مگر یہاں یہ بات منفرد ہے کہ ابن جریج نے مروی عنہ کا نام ذکر نہیں کیا۔

بعض بنی ابی رافع

بعض بنی ابی رافع کہا ہے۔ اس سے یہ وہم ہوتا ہے نا معلوم وہ کون راوی ایسا ہوگا لیکن تابعین ایسے لوگ نہیں تھے جن کے متعلق بدگمانی کی جا سکے۔ بالخصوص ابورافع کی اولاد میں تو کوئی بھی متہم بالکذب نہیں تھا پھر ابن جریج خود ثقہ اور عادل راوی ہے جن کے ہاں ایک شخص کے عادل کی روایت ہی اس کی تعدیل کر دیتی ہے ان کے نزدیک تو یہ حدیث واقعی حجت ہونا چاہیے کیونکہ ابن جریج اسے روایت کر رہا ہے پھر اس حدیث کی بنیاد صرف بعض بنی ابی رافع پر ہی نہیں داؤد ابن الحصین اس کا متابع موجود ہے اور وہ سند شک و شبہ سے ماوراء ہے

ترمذی میں اس طرح ہے

یہ حدیث ترمذی شریف میں اس سے مختلف طریق پر مروی ہے جس سے استدلال برعکس ہو جاتا ہے:۔

حدثنا هناد حدثنا قبيصة عن جرير بن حازم عن الزبير بن سعد عن عبد الله ابن يزيد بن ركانه عن ابيه عن جده قال اتيت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ انی طلقت امرأتی البتہ فقال ما اردت بہا قلت واحدۃ قال واللہ قلت اللہ قال فھو ما اردت بہا۔

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا یارسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی ہے فرمایا تم نے بتہ سے کیا مراد لیا تھا۔ میں نے کہا "جی ایک" فرمایا خدا کی قسم؟ میں نے کہا خدا کی قسم۔ فرمایا جیسا تم نے ارادہ کیا۔

نبی علیہ السلام کا اس سے یہ پوچھنا ہے کہ تم نے کیا مراد لیا۔ ہے اُس کا ایک ہیں جواب دینا پھر آپ کا اُس سے حلفیہ تصدیق لینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر وہ معاً ایک سے زائد مراد لیتا تو اتنی واقع ہو جاتیں۔

ابو داؤد

ابو داؤد میں یہ روایت یوں ہے:۔

عن نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ ان رکانۃ بن عبد یزید طلق امراتہ سھیمۃ البتۃ فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذالک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما اردت الا واحدۃ فقال واللہ ما اردت الا واحدۃ فردھا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطلقھا الثانیۃ فی زمن عمرؓ والثالثۃ فی زمن عثمانؓ۔

رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمۃ کو تین طلاق دیں اور حضور کو اس امر کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے ایک ہی مراد لی ہے؟ بولا بخدا میں نے ایک ہی مراد لی ہے۔ تو نبی علیہ السلام نے اُس عورت کا اس کی طرف رجوع کرا دیا۔ پھر اس نے دوسری طلاق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور تیسری طلاق حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دی۔

ضعف اور ابو داؤد کی تصحیح

یہ روایتیں اگر صحیح ہوتیں تو بے شک اُن سے استدلال درست ہوتا لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں کی سند بھی ضعف سے خالی نہیں پہلی سند میں زبیر بن سعد ضعیف اور متروک ہے اسے ذہبی نے میزان میں لیس بشیٔ نسائی نے ضعیف اور ابن حجرؒ نے تقریب میں لین الحدیث لکھا ہے۔

نیز عبداللہ بن یزید جو حقیقت میں عبداللہ بن علی بن یزید ہے اسے ابن حجرؒ نے تقریب میں لین الحدیث ذہبیؒ نے میزان میں بحوالہ عقیلی اسنادہ مضطرب ولا یتابع لکھا ہے۔

بلکہ عن ابیہ یعنی علی بن یزید کے متعلق بھی امام بخاریؒ نے لکھا ہے: لم یصح حدیثہ۔

امام ترمذیؒ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ۔

دوسری سند میں نافع بن عجیر راوی مجہول ہے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:-

نافع بن عجیر المجھول الذی لا یعرف حالہ البتۃ ولا یدری من ھو ولا ما ھو (زاد المعاد)

نافع بن عجیر مجہول ہے اس کا حال بالکل معلوم نہیں پتہ ہی نہیں یہ کون اور کیسا تھا۔ ابن حزم نے لکھا ہے ان رواتہ قوم مجاھیل لا تعرف عدالتھم وضبطھم اس کے راوی غیر معروف لوگ ہیں جن کی دیانت اور حفظ کا کوئی پتہ نہیں۔ اور امام احمد کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں حدیث رکانۃ انہ طلق امراتہ البتۃ لا یثبت رکانہ کے متعلق بتہ طلاق دینے والی حدیث ثابت نہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی اسے ضعیف اور مضطرب کہا ہے۔ امام ابو داؤد نے نافع بن عجیر کی حدیث کو ابن جریج کی روایت کی نسبت زیادہ صحیح کہا ہے۔ وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت رکانہ کی اولاد سے مروی ہے اور انہیں صورت حال کا زیادہ علم ہو سکتا ہے کہ آیا رکانہ نے ایک طلاق دی یا تین طلاقیں دی تھیں۔ یا بتۃ کا لفظ بولا تھا۔ دوسری وجہ ترجیح غالباً ان کے نزدیک یہ ہو گی کہ ابن جریج کی سند میں بعض بنی ابی رافع کا ذکر ہے۔ گزارش ہے کہ حنفیہ کے نزدیک

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقیہہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے ابن جریج کی روایت عن عکرمہ عن ابن عباس ہے جو کہ دونوں فقیہ ہیں۔ اس کے مقابلے میں نافع بن عجیر والی سند کوئی وزن نہیں رکھتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابن جریج کی روایت میں ابو رکانہ ہے جب کہ نافع کی روایت میں رکانہ ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں مختلف واقعات ہوں۔ اگر واقعہ ایک بھی ہو تو صرف اولاد ہونے کی بنا پر ترجیح کا کوئی معنی نہیں۔ یہ کوئی پرائیویٹ معاملہ نہیں تھا ایسے مسائل میں سب کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔

نیز ابوداؤد نے اس حدیث کو اصح کہا ہے جس سے مطلق صحیح مراد نہیں۔ بلکہ اس کا نسبتاً صحیح ہونا مراد ہے۔ خواہ ویسے دونوں روایتیں ان کے نزدیک ضعیف ہوں۔

جیسا کہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:۔

فان حدیث ابن جریج ضعیف وھذا ایضًا ضعیف فھو اصح الضعیفین عندہ (بحوالہ حاشیہ سنن ابی داؤد)

ابن جریج کی روایت بھی ضعیف ہے اور نافع کی روایت بھی ضعیف ہے ابوداؤد کے نزدیک نافع کی روایت مقابلتہً بہتر ہے۔

عون المعبود ج ۲ ص۲۲۳ میں مرقوم ہے کہ ابوداؤد کا اس روایت کو صحیح کہنا منذری کے نزدیک محل نظر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

فی اسنادہ الزبیر بن سعید الھاشمی وقد ضعفہ غیر واحد وذکر الترمذی ایضًا عن البخاری انہ مضطرب فیہ تارۃ قیل فیہ ثلاثا وتارۃ قیل فیہ واحدۃ واصحہ انہ طلقھا البتۃ۔ وان الثلاث ذکرت فیہ علی المعنیٰ۔ وقال ابوداؤد وحدیث نافع بن عجیر حدیث صحیح وفیما قالہ نظر فقد تقدم عن الامام احمد بن حنبل ان طرقہ ضعیفۃ وضعفہ ایضًا البخاری وقد وقع الاضطراب فی اسنادہ ومتنہ انتھیٰ کلام المنذری۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سند میں نہ بیر بن سعید ہاشمی ہے جسے اکثر نے ضعیف کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے بخاری سے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اس میں کہیں تین اور کہیں ایک کے الفاظ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ البتہ تھی اور تین کا لفظ بلحاظ مطلب کے کہا گیا ہے اور ابوداؤد نے نافع بن عجیر کی حدیث کو صحیح[1] کہا ہے اس میں نظر ہے امام احمد بن حنبلؒ سے پہچنے منقول ہوا ہے۔ کہ اس کی سب سندیں ضعیف ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی ضعیف کہا ہے۔ اور اس کی سند اور متن دونوں میں اضطراب واقع ہے۔ انتہیٰ۔

حاصل

بات یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں کے تقابل کی چنداں حاجت نہیں۔ ابن اسحاق کی روایت بالکل صحیح ہے۔ ابن جریج کی حیثیت اس کی شاہد کی سی ہے۔ اُن کے مقابلہ میں نافع بن عجیر کی روایت کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث ابن عباس

ایک حدیث مسلم شریف میں یوں آتی ہے:۔

عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمرؓ ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم؟ فامضاہ علیھم (ص ۴۷۷)

ابن عباسؓ سے مروی ہے عہد نبویؐ عہد ابوبکرؓ اور عہد عمرؓ کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک متصوّر ہوتی تھیں۔ پھر عمر بن خطابؓ نے کہا۔ لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں (از روئے شرع)

---

[1] صحیح بات یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے صحیح نہیں بلکہ اصح کہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے ڈھیل تھی۔ اگر ہم ان پر یہی حکم لگا دیں تو! ــــــ پس آپ نے ان پر یہ حکم نافذ کر دیا۔

مسلم میں ایک مقام پر یوں ہے:۔

عن طاؤس أن ابا الصهباء قال لابن عباس هات من هنياتك الم يكن الطلاق الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر واحدة؟ فقال قد كان ذالك فلما كان فى عهد عمر تتايع الناس فى الطلاق فاجازه عليهم (ص۴۷۸)

ابو الصہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ایک مسئلہ تو بتاتا۔ یہے۔ کیا حضور علیہ السلام اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اکٹھی تین طلاقیں ایک نہیں متصور ہوتی تھیں؟ فرمایا ٹھیک ہے ایسا ہی تھا۔ پھر جب عہد عمر میں لوگوں نے طلاق کے معاملہ میں جلد بازی شروع کر دی۔ تو آپ نے ان پر یونہی نافذ کرنے لگے۔

لیکن

اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہی ضمانت کافی ہے کہ یہ صحیح مسلم میں مذکور ہے جس کی کل احادیث کی صحت پر امت کا اتفاق ہے۔ اصح الروایات ما اتفق علیہ الشیخان ثم انفرد به البخاری ثم انفرد به المسلم (مقدمہ الطیب الشذی ص۲) اس حدیث سے بالصراحت معلوم ہو رہا ہے کہ نبی علیہ السلام کے عہد مبارک سے لے کر خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا رہا۔ اس حدیث کی نہ تو سند پر اعتراض کیا جا سکتا ہے نہ متن پر اور نہ ہی اس میں از قسم تاویل کوئی گنجائش موجود ہے۔ اس سنت صحیحہ وثابتہ سے اعراض اہلسنت کا شیوہ نہیں ہونا چاہیے لیکن یہاں ہم میں اور بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں مسلمان کی مذہبی زندگی میں اس کی سب سے بڑی کمزوری تقلید پسندی ہے۔ ایک شخص کتنا حق پرست ہوتا ہے اس میں ڈٹ جانے کی کتنی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ پر جب تقلید کا معاملہ آڑے آ جاتا ہے تو سب جذبات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ ارادہ کی مضبوطی ختم ہو جاتی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور حضور کے نام پر ماں باپ قربان کرنے والا انسان ایک معمولی اور غیر مسنون رائے کو قربان کرنے سے پس و پیش کرنے لگتا ہے۔

باکمال لوگ

ضعیف کو صحیح اور صحیح کو ضعیف بنانے والے باکمال لوگوں نے اپنے لاجواب روایتی انداز میں اس حدیث کو بے اثر بنانے کے لیے جس قدر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے شاید ہی کسی روایت پر لگایا گیا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم شریف کی حدیث پر اعتراضات

اور اُن کے جوابات

بخاری میں کیوں نہیں؟

کہا گیا ہے کہ یہ حدیث صرف مسلم میں ہے۔ اگر بالکل صحیح ہوتی تو اُسے امام بخاریؒ بھی اپنی صحیح میں لاتے۔

جواب

امام بخاریؒ نے کہیں یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ انھوں نے کل احادیث صحیحہ کا احصاء کرلیا ہے۔ کہ باقی سب کو ضعیف قرار دیا جائے۔ امام صاحب کئی ایسی احادیث کو صحیح کہتے ہیں جو بخاری شریف میں موجود نہیں۔ اور اُن سے استدلال فرمایا ہے۔ وہ دراصل بخوف طوالت بہت سی احادیث کو اپنی مختصر میں نہیں لائے۔ خود منکرین اسی حدیث کے آخری حصہ سے اپنے حق میں اجماع کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اگر اس کی صحت میں شبہ کیا جائے تو ان کا اپنا اجماع بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے بلکہ اجماع کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے۔ صحابہ کرام کے فرضی اجماع کی دلیل اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی نہیں ہے۔

منسوخ ہے؟

بعض کا خیال ہے طلاق ثلاثہ (خواہ بیک وقت دی گئی ہوں یا متفرق اوقات میں) کے بعد رجوع الطلاق مرتان سے منسوخ ہوچکا ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی حدیث سے بھی ثابت ہے۔ جو کتاب السنن لابی داؤد میں باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث کے تحت مروی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إنَّ الرَّجُلَ كَانَ اِذا طَلَّقَ امْرَاتَهٗ فَهُوَ اَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا وَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ نُسِخَ ذَالِكَ بِقَولِهِ تَعَالىٰ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ -

آدمی تین طلاق دے بیکنے کے بعد بھی رجوع کا حق رکھتا تھا - پھر الطلاق مرتان سے یہ بات منسوخ ہو گئی -

جواب

گزارش ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول ابتدا ئے اسلام سے متعلق ہے زمانہ جہالت میں لوگ تین چھوڑ خود کو ان گنت طلاقوں کا مستحق سمجھتے تھے آیت مذکورہ سے تیسری طلاق آخری طلاق مقرر کر دی گئی کہ اس کے بعد رجوع ناجائز ہے - جیسا کہ ترمذی شریف میں تفصیلاً ذکر ہے -

عن عائشۃ قالت کان الناس والرجل یطلق امرأتہ ماشاء ان یطلقھا وھی امرأتہ اذا ارتجعھا وھی فی العدۃ وان طلقھا مائۃ مرۃ او اکثر حتیٰ قال رجل لامرأتہ واللہ لا اطلقك فتبین منی ولا اویك ابدا قالت وکیف ذلك قال اطلقك فکلما ھمت عدتك ان تنقضی راجعتك فذھبت المرأۃ حتیٰ دخلت علی عائشۃ فاخبرتھا فسکتت عائشۃ حتیٰ جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ نزل القرآن الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان -

اولاً لوگ ان گنت طلاقوں کے مالک ہوا کرتے تھے ایک شخص اپنی بیوی کو چاہے سویا اس سے بھی زیادہ طلاقیں دے چکا ہوتا وہ اگر اس سے عدت کے اندر اندر رجوع کر لیتا تو بھی وہ اس کی بیوی کی بیوی ہی رہتی تھی - ایک روز ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا نہ تو تجھے طلاق دے کر الگ کروں گا اور نہ تجھے کبھی بسا دُں گا - وہ بولی اس کی کیا صورت ہو گی - کہنے لگا میں تجھے طلاق دیا کروں گا جب عدت گزرنے پہ آیا کرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی تو رجوع کر لیا کروں گا۔ اس عورت نے عائشہ صدیقہ کو آکر یہ ماجرا سنایا عائشہ رضہ خاموش ہو گئیں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ نے انہیں بتایا آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی الطلاق مرتان۔

ابن عباس کی حدیث اگر صحیح ہو (ویسے اس میں علی بن حسین بن واقد ضعیف ہے) تو اس کا بھی یہی مطلب ہے یہ آیت یکبارگی تطلیقات ثلاثہ کے سلسلہ میں ہرگز نہیں ورنہ عہد نبوی عہد صدیقی اور آغاز عہدِ فاروقی میں اکھٹی تین طلاقوں کو ایک نہ تصور کیا جاتا۔ ضمناً اس سے یہ مغالطہ بھی رفع ہو جانا چاہیے کہ حدیث مسلم میں چونکہ مجلس واحد کا ذکر نہیں لہذا استدلال ختم۔

کیونکہ دریافت طلب امر یہ ہے آیا حضرت عمر رضہ کے ابتدائی دورِ خلافت تک متفرق طور پر دی ہوئی تین طلاقوں کو بھی ایک ہی سمجھا جاتا تھا؟ کیا فان طلقھا فلا تحل لہ الآیۃ۔ نازل ہونے کے بعد کوئی ایک شخص بھی اس کا قائل رہا ہے؟ ایک بات جو نبوت کے ابتدائی ایام میں منسوخ ہو اس پر عمل درآمد حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں جا کر ہو عجیب بات ہے۔ کیا خیال ہے آیت الطلاق مرتان اتنی دیر صیغہ راز میں رہی ہوگی۔ اسی مسلم کی حدیث میں حضرت عمر رضہ کا یہ کہنا کہ ان الناس قد استعجلوا (الخ) ظاہر کرتا ہے کہ اولاً بیک وقت دی گئی طلاق ثلاثہ کے بعد رجوع کی اجازت تھی۔ جیسا کہ رکانہ کی حدیث سے بھی معلوم ہوا۔ یہ حضرت عمر رضہ نے خود فتوے دیا تھا کہ اب تین کو تین ہی سمجھا جائے گا۔ اگر امیرالمومنین کا اشارہ نسخ کی جانب ہوتا تو امضیناہ کہہ کر اس حکم کو اپنی طرف منسوب کرنے کی بجائے خدا یا رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب فرماتے۔

قال المازری وقد زعم من لاخبرۃ لہ بالحقائق ان ذلک کان ثم نسخ قال وھذا اغلط فاحش لان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا ینسخ ولو نسخ وحاشاہ لبادرۃ الصحابۃ الیٰ انکارہ وان اراد ھذا القائل انہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسخ فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذلک غیر ممتنع ولکن یخرج من ظاھر الحدیث لانہ لوکان کذلک لم یجز للراوی ان یخبر ببقاء الحکم فی خلافۃ عمرؓ فان قیل فلعل النسخ انما ظھر فی زمن عمر قلنا ھذا اغلط ایضًا لانہ یکون قد حصل الاجماع علی الخطاء فی زمن ابی بکر والمحققون من الاصولیین لا یشترطون انقراض العصر فی صحۃ الاجماع واللہ اعلم

(النووی شرح مسلم ص۴۷۸)

حنفی المسلک مازریؒ نے کہا حقائق سے بے خبر لوگوں کا خیال ہے تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ کہا یہ انتہائی غلط بات ہے، اس لیے کہ حضرت عمرؓ اسے منسوخ نہیں کرسکتے تھے۔ معاذ اللہ اگر وہ ایسا کرتے تو صحابہ کرامؓ فوراً اس کا رد کرتے۔ اور اگر کہنے والے کی مراد یہ ہے کہ یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی منسوخ ہوگیا تھا تو یہ جائز تو ہے مگر ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ راوی پھر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ حکم ابتدائے عہد عمرؓ تک باقی رہا۔ اگر یہ تاویل کی جائے کہ منسوخ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی ہوا تھا مگر نسخ کا ظہور حضرت عمرؓ کے زمانے میں جا کر ہوا تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اس کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں غلطی پر اجماع منعقد رہا۔ اہل تحقیق کے نزدیک اجماع کی صحت کے لیے شرط نہیں کہ اسی پر دور ختم ہو۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

وفی الجملۃ فالذی وقع فی ھذہ المسئلۃ نظیر ما وقع فی مسئلۃ المتعۃ اعنی قول جابر انھا کانت تفعل فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر وصدر من خلافۃ عمر قال ثم نھانا عمر عنھا فانتھینا فالراجح فی الموضعین تحریم المتعۃ وایقاع الثلاث للاجماع الذی انعقد فی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد عمر علی ذلک ایضًا (فتح الباری ج ۹ ص ۱۹۳)

قصہ مختصر یہ کہ اس مسئلہ کی نظیر مسئلہ متعہ ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے شروع ایام میں متعہ کیا جاتا رہا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع کر دیا تو ہم رک گئے تو دونوں مقامات میں راجح مسلک، متعہ کی حرمت اور تین طلاق کا وقوع ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس پر اجماع منعقد ہو گیا تھا۔

یہ قیاس تسلیم کر لیا جاتا اگر فی الواقع بات ایسے ہی ہوتی جیسا کہ سمجھی گئی ہے حالانکہ بخاری شریف میں آتا ہے۔

ان علیا قال لابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔

مسلم شریف میں آتا ہے:

عن سبرۃ الجھنی انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ۔ ص ۴۵۱

سبرہ جہنیؒ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:۔

والصواب ان تحریمھا واباحتھا وقع مرتین فکانت مباحۃ قبل خیبر ثم حرمت فیھا ثم ابیحت عام الفتح وھو عام اوطاس ثم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حرمت تحریما مؤبدا ۔ (شرح مسلم ص۴۵)

اصل بات یہ ہے کہ متعہ دو بار حرام اور دو بار حلال ہوا ۔ پہلے جائز تھا پھر خیبر کے روز حرام ہوا پھر فتح مکہ کے سال یعنی عام اوطاس کو تین روز کے لیے (عن سلمۃ بن اکوع ۔ مسلم ص۴۵۱) جائز ہوا ۔ پھر اس کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا ۔

کیا ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع کے متعلق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی واضح اور صحیح احادیث موجود ہیں ؟ فقط تین صحابہ یعنی حضرت ابن عباسؓ ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ اگر دیر بعد حرمت متعہ کے احکام پر مطلع ہو سکے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سارے جہاں کو اس نسخ کی خبر نہ تھی ۔

جہاں تک حضرت عمرؓ کا تعلق ہے تو سنیے

انہ خطب فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لنا فی المتعۃ ثلاثا ثم حرمھا واللہ لا اعلم ان احدا تمتع وھو محصن الا رجمتہ بالحجارۃ (ابن ماجہ ص۱۴۲)

آپ نے خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی پھر آپ نے اسے حرام فرما دیا ۔ بخدا جس نے بھی متعہ کیا اگر وہ شادی شدہ ہوا تو میں اسے سنگسار کر دوں گا ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کیا حرمت متعہ کی طرح طلاق ثلاثہ کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نسخ بیان کی تھی ؟

اضطراب

بعض نے اس روایت کو مضطرب کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے ۔ سند میں اس طرح کہ کبھی طاؤس ابن عباسؓ سے بلا واسطہ روایت کرتا ہے اور کبھی درمیان میں ابوالصہباء کا واسطہ ہے ۔ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم میں ابوالصہباء کی بجائے عن ابی الجوزاء عن ابن عباس ہے۔ متن میں یوں اضطراب ہے کہ ابوالصہباء کی مسلم والی روایت مطلق ہے لیکن اس سے مروی ابوداؤد کی روایت میں قبل ان یدخل بہا کی قید موجود ہے۔ جیسا کہ بعض کا مذہب بھی ہے اور شاید یہی وجوہات ہیں کہ امام بخاری اس حدیث کو اپنی کتاب میں نہیں لائے بلکہ برعکس اس کے باب یوں باندھا ہے۔ باب من جوز الطلاق الثلاث لقول اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان۔

جواب

اتنی سی بات پر ایک اچھی خاصی حدیث کو ناقابل عمل ٹھہرا دینا سراسر ناانصافی ہے جب کہ تمام رواۃ اعلیٰ درجہ کے حفاظ ہیں۔ کسی حدیث کے مطابق عمل نہ ہو تو الگ بات ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحیح حدیث ہی کو خواہ مخواہ کمزور ثابت کرنے کے درپے ہو جانا چاہیے۔ خود امام احمدؒ طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کے قائل تھے اور جب اُن سے اس حدیث کی بابت پوچھا گیا کہ اس کا کیا کیجیے گا۔ تو انہوں نے اس کے اضطراب یا ضعیف ہونے کی طرف مطلق اشارہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ جواب دیا کہ ابن عباسؓ کا فتوےٰ اس سے مختلف ہے۔

ابوالصہباء

بات صرف یہ ہے کہ طاؤس ابن عباس کے بہترین شاگرد تھے اور انہوں نے ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے۔ اور ابوالصہباء کا درمیان میں واسطہ ہونا کوئی ضرررساں نہیں۔ دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ یہ وہم کہ ابوصہباء نے جس وقت ابن عباسؓ سے سوال کیا تھا نہ جانے اس وقت طاؤس حاضر تھے یا نہیں فضول ہے کیونکہ یا تو اسی روایت پر مسئلہ کی بناء ہو جب عن طاؤس عن ابن عباس بصورت اخبار صحیح حدیث مروی ہے تو پھر کیا باقی رہ جاتا ہے۔ صحیح کنیت ابوالصہباء ہے اس کی تائید موجود ہے۔ عبداللہ بن مؤمل نے غلطی سے ابوالجوزا کہہ دیا ہے۔ اگر بالفرض ابوالجوزا بھی ہو تو فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ حدیث کو مزید تقویت مل گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:-

وهذا الحديث قد رواه عن ابن عباس ثلاثة نفر طاؤس وهو اجل من روى عنه و ابو الصهباء العدوى و ابو الجوزاء وحديثه عند الحاكم في المستدرك (اغاثة اللهفان - ج ۱ ص ۲۸۵)

اس حدیث کو ابن عباسؓ سے تین آدمیوں نے روایت کیا ہے ایک طاؤس جو ان سب میں بہترین راوی ہیں دوسرے ابو صہباء اور تیسرے ابوالجوزا ان کی حدیث مستدرک حاکم میں ہے۔

وہ حدیث یوں ہے:-

عن ابی ملیکة ان ابا الجوزاء اتى ابن عباس فقال اتعلم ان ثلاثا كن يردون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى واحدة قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۹۶)

ابوالجوزا نے ابن عباسؓ سے آکر کہا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (ایک مجلس کی) تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ فرمایا ہاں۔ امام حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

علامہ سید احمد شاکر فرماتے ہیں:-

و فی اسناده عبد الله بن المؤمل تکلم فیه بعضهم والحق انه ثقة-

اس کی سند میں عبداللہ بن مؤمل پر بعض نے جرح کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

یعنی طاؤس کے علاوہ ابوصہباء یا ابوالجوزاء بھی راوی ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ انھوں نے سائل کی طرح ابن عباس سے مسئلہ کی وضاحت پوچھی اور ان سے اس کی تصدیق چاہی انہوں نے تصدیق کی اور وہ الفاظ بھی دہراد یے جو انہوں نے سوال میں بیان کیے تھے۔ اس طریق روایت کو صیغۂ ادا کا کم از کم دوسرا مرتبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اخبرنی و قرأت علیہ حاصل ہو گیا جیسے حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبہ میں بھی بیان فرمایا ہے۔

قبل ان یدخل بہا

رہی یہ بات کہ ابو الصہباء کی ابو داؤد والی روایت میں قبل ان یدخل بہا کی زیادتی ہے۔

اس کے متعلق امام نوویؒ لکھتے ہیں :-

ھذہ الروایۃ لابی داؤد ضعیفۃ رواہ ایوب السختیانی عن قوم مجھولین عن طاؤس عن ابن عباس فلا یحتج بہا ۔ واللہ اعلم۔ (نووی شرح مسلم ص۴۷۸)

ابو داؤد کی یہ روایت ضعیف ہے اسے ایوب سختیانی نے مجہول لوگوں سے عن طاؤس عن ابن عباس روایت کیا ہے یہ احتجاج کے قابل نہیں۔

ابن قیم لکھتے ہیں :-

وسائر الروایات الصحیحۃ لیس فیہا قبل الدخول ولھذا لم یذکر مسلم منہا شیئا (اغاثہ ج ۱ ص۲۸۵)

صحیح روایات میں قبل از دخول کا ذکر نہیں اسی لیے مسلم نے اس کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

بالفرض یہ زیادتی صحیح بھی ہو تو از قسم تعارض نہیں۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں :

ان التقیید بقبل الدخول لا ینافی صدق الروایۃ الاخری علی المطلقۃ بعد الدخول ۔ وغایۃ ما فی ھذہ الروایۃ انہ وقع فیہا التنصیص علی بعض افراد مدلول الروایۃ الصحیحۃ المذکورۃ فی الباب وذلک لا یوجب الاختصاص بالبعض الذی وقع علیہ التنصیص (نیل الاوطار ج ۷ ص۲۰)

قبل از دخول کی قید والی روایت بعد از دخول والی روایت کے منافی نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی حد تک اتنی بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ بعض افرا دروایت پہ دلالت کرتی ہے جو تخصیص کو متلزم نہیں۔

نیز ممکن ہے ابوالصہباء کو قبل الدخول کے متعلق ہی کسی واقعہ کا علم ہو اور اس نے اس قید اتفاقی کے ساتھ سوال کر دیا ہو۔ اور ابن عباس نے ہاں میں جواب دے دیا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسئلہ پوچھے کہ گھی میں چوہیا جا پڑے تو کیا حکم ہے ؟ جواب ملے کہ چوہیا اور اس کے ارد گرد کا گھی نکال کر پھینک دیجیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا۔ کہ گھی کے علاوہ کسی چیز میں گر پڑے تو اسے نہیں پھینکا جائے گا۔ مدخولہ اور غیر مدخولہ کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے ان کے درمیان از روئے شرع حق رجعت کا فرق تو ہے طلاق پڑنے میں کوئی فرق نہیں۔ حضورؐ نے یہ امتیاز روا نہیں رکھا کہ یک دفعہ دی جانے والی تین طلاقیں مدخولہ کے لیے ایک منصور ہوں بلکہ بقول حنفیہ غیر مدخولہ کے لیے بھی ایک صرف اس وقت سمجھی جائے جب کہنے والا الگ الگ انت طالق انت طالق انت طالق کہے۔ کیونکہ ان کے قول کے مطابق ایک کے بعد وہ محل طلاق نہیں رہتی۔ اور اگر یک دم انت طالق ثلاثا کہہ دے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ یعنی مسلم کی صحیح روایت انہوں نے نہیں مانی ابو داؤد کی ضعیف روایت مان لی ہے مگر وہ بھی آدھی۔ چلیے کچھ تو مانا۔

سوال یہ ہے الگ الگ کہنے کی صورت میں غیر مدخولہ اگر ایک کے بعد محل طلاق نہیں رہتی تو انت طالق ثلاثا کہنے سے وہ کیسے تینوں کے لیے محل طلاق بن جاتی ہے۔ اگر اول الذکر صورت میں تین کی ایک ہو سکتی ہیں تو موخر الذکر صورت میں کیوں نہیں ہو سکتیں۔ یعنی غیر مدخولہ اگر تین کے لیے محل نہیں تو دونوں صورتوں میں نہیں ہونا چاہیے اگر ہے تو پھر بہر حال ہونا چاہیے۔ یہ تفریق بلا مفرق چیستاں سے کم نہیں۔

نیز یہ کہنا کہ مدخولہ پہ ہر حال میں تین پڑیں گی۔ خواہ الفاظ متفرق طور پہ بولے جائیں یا اکٹھے۔ عجیب سی بات ہے۔ یہ وہ فقہی نکتے ہیں جن کی خبر حضورؐ کے فرشتوں کو بھی نہیں تھی اور نہ صحابہ کرام ہی ایسی طلسماتی فقہ سے آشنا تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بڑا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے اگر مسلم شریف کی روایت کا یہی مطلب لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت عمر رضؓ کے ابتدائی دور تک جو تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں وہ غیر مدخولہ کے بارے میں تھیں وہ بھی صرف اس وقت جب الگ الگ انت طالق کہا جاتا۔ تو پھر حضرت عمر رضؓ نے کیا کیا۔ انھوں نے کون سی تبدیلی عمل میں لائی تھی۔ لوگ کیا کرنے لگ گئے تھے جس سے حضرت عمر رضؓ نے انہیں باز کیا۔ وہ کیا شے تھی جو منسوخ ہوئی اور کس چیز نے اسے منسوخ کیا۔ وہ کونسی انوکھی اور نرالی بات تھی جو ابن عباس رضؓ سے دریافت کی گئی اور جس پر بعد میں لوگوں کا عمل نہ رہا۔ یعنی آخر ہوا کیا۔

ایک اور لطف کی بات سنیئے۔ مسلم شریف میں جو روایت بواسطہ ابوالصہبار بلا قید قبل ان ید خل بہا مروی ہے وہاں معترضین ابوصہبار پر تنقید کرتے ہوئے انھیں مجہول اور ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہی ابوصہبا سے جو روایت قبل ان ید خل بہا کی قید کے ساتھ ابوداؤد میں مذکور ہے وہ ان کے نزدیک صحیح اور قابلِ استدلال ہو جاتی ہے۔

ہم تو کہتے ہیں اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ مسئلے کی ایک شق ہے اسے قید اتفاقی کہہ لیجیے کہ پوچھنے والے نے ایسا پوچھا اور ابن عباس نے ویسا ہی جواب دے دیا۔ ورنہ ابن عباس نے اس مخصوص قید کے ساتھ از خود اسے ہرگز روایت نہیں کیا۔

نیز گذارش ہے اگر دونوں روایتوں میں تعارض تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو طاؤس نے جو بلاواسطہ ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے۔ وہ سند کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اُسے ترجیح ہوگی اور اگر ثقہ کی زیادتی قبول کی جائے تو مطلب صاف ہے ابوالصہبار کی روایت سے غیر مدخول بہا کا حکم معلوم ہوا۔ مدخول بہا کی نفی نہیں ہوئی۔ امام مسلم کی روایت نے اس کی وضاحت کر دی۔

امام بخاریؒ کی تبویب

امام بخاریؒ نے جو طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کے حق میں باب باندھا ہے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہوا عنوان کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کا مسلک اور دلائل بیان کرنا چاہتے ہیں جو اس کے قائل ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمہور اُمت نہیں بلکہ کوئی اور ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وفی الترجمة اشارة الی ان من السلف من لم یجز وقوع الطلاق الثلاث۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۲۸۹)

ترجمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلف میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تین طلاقوں کے وقوع کے قائل نہیں۔

تقریباً یہی الفاظ علامہ عینیؒ نے بھی تحریر کیے ہیں۔

ہو سکتا ہے امام صاحب کی اپنی تحقیق یہی ہو۔ آپ نے ایک تو الطلاق مرتان سے استدلال کیا ہے۔ جس کا جواب ہو چکا۔ دیگر جن احادیث سے استدلال کیا ہے اُن کا جواب اپنے مقام پر آئے گا۔ انشاء اللہ۔ بے شک وہ امام اہلسنت اور رئیس المحدثین ہیں۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے انہوں نے بخاری شریف میں جا بجا ہر قاری کو دعوت تحقیق دی ہے اور کسی کو اپنا مقلد نہیں بنانا چاہا۔ ہم لوگ اہلحدیث یا دوسرے لفظوں میں اہلسنت ہیں۔ اہل محدثین یا اہل سنیین نہیں آئمہ کا ادب و احترام سر آنکھوں پر لیکن مسائل کی کسوٹی وہ خود نہیں بلکہ اُن کا مذہب ہے۔

غیر مشہور ہونا

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ مسئلہ کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر چاہیے تھا کہ یہ حدیث نہایت مشہور و معروف ہوتی۔ یعنی اسے روایت کرنے والے کئی ایک ہوتے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث صرف ابن عباس سے مروی ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والے صرف طاؤس ہیں۔

جواب

یہ کوئی اصول ہوتا تو اس پر بحث بھی مناسب تھی۔ ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی اس حدیث کے راوی ہوں۔ طاؤس جیسا ثقہ تابعی اُن سے روایت کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام مسلم اسے اپنی صحیح کی زینت بنائیں۔ پھر کوئی نہایت ہی بے ادب آدمی اس حدیث پر شک کر سکتا ہے۔

والی بھوپال نواب صدیق الحسن خاں صاحبؒ فرماتے ہیں:۔ بعد ورود این حدیث در مسلم چہ جائے این سخن است کہ این حدیث مختلف فی الصحت است (مسک الختام ج ۲ ص۶۷) مسلم شریف میں آجانے کے بعد اس حدیث کو مختلف الصحت بتلانا انتہائی بے موقع ہے۔

امام صنعانیؒ لکھتے ہیں:۔

وھذا لمجرد استبعاد فانہ کم من سنۃ وحادثۃ انفرد بھا راو ولا یضر سیما مثل ابن عباس بحر الائمۃ۔

(سبل السلام ج ۳ ص۱۷۰)

غیر مشہور ہونے کا اعتراض انتہائی لغو ہے۔ کئی واقعات میں ایک راوی ہوتا ہے اور اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا بالخصوص جہاں بحر الائمۃ ابن عباس جیسے راوی موجود ہوں۔

امام زہریؒ نے ساٹھ کے قریب ایسی احادیث بیان کی ہیں۔ جن میں وہ تنہا راوی ہیں۔ لیکن امت نے انہیں قبول کیا ہے۔ (اغاثہ ج ۱ ص۲۶۱) کیا ان کا انکار کر دیجیے گا۔ حیرت تو یہ ہے یہ اعتراض ان لوگوں نے اٹھایا ہے جو اپنے مسلک کی تائید میں ضعیف بلکہ موضوع روایات تک بیان کر دینے سے گریز نہیں کرتے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

ولیس الشاذ ان ینفرد الثقۃ۔ بروایۃ الحدیث بل الشاذ ان یروی خلاف ما رواہ الثقات (اغاثۃ اللھفان ص۲۶۱)

شاذ روایت وہ نہیں ہوتی جس میں کوئی ثقہ راوی منفرد ہو بلکہ وہ ہوتی ہے جس میں راوی ثقات کی مخالفت کرے۔

مطلب یہ ہے تفرد میں اگر شذوذ پایا جاتا ہو۔ یعنی ثقہ سے اوثق کی مخالفت ہوتی ہو تو الگ بات ہے۔ لیکن بحمد اللہ یہاں ایسا کوئی اندیشہ نہیں۔ اس باب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کی جا سکتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ حضور علیہ السلام نے اکٹھی تین طلاقوں کو تین ہی رہنے دیا ہو۔ پھر رکانہ والی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی ہے وہ بھی ابن عباس کی وساطت سے ہے۔ اور اس میں طاؤس کی بجائے عکرمہ راوی ہے۔ اور پھر ابوالصہباء اور ابوالجوزاء بھی تو راوی ہیں۔

موقوف ہونا

بعض کہتے ہیں۔ حدیث میں یہ الفاظ نہیں کہ حضورؐ تین کو ایک قرار دیتے تھے بلکہ یوں ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے صحابہ کرامؓ از خود ایسا کرتے ہوں۔ اور نبی علیہ السلام کے علم میں یہ بات نہ آئی ہو تو اس روایت کی حیثیت مرفوع حدیث کی نہ رہ گئی۔

جواب

یہ تو نہایت مہمل سا اعتراض ہے بیک وقت طلاق ثلاثہ کے بعد رجوع اگر ناجائز ہے تو زنا ہوگا۔ جو ایک سنگین جرم سے کم نہیں۔ ابن عباسؓ کی حدیث کے بموجب عہد نبویؐ میں ایسا ہوتا رہا۔ زمانہ وحی کا ہو۔ اور خدا اس بے شرمی کو دیکھ رہا ہو۔ پھر اس کے خلاف کوئی حکم نازل نہ ہو۔ تعجب خیز ہے حالانکہ نبی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کہتا ہے یُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ آپ ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں پھر نہ صرف حضورؐ کے زمانہ میں بلکہ پورے عہد صدیقی اور شروع خلافت عمرؓ میں اسی مسئلہ پر عمل ہوتا رہا۔ یہ صحابہ کرام کا مقدس دور تھا۔ تو کیا ان کی موجودگی میں یہ بے شرم حرکت ہوتی رہی۔ اور زمانہ خاموش رہا۔ کیا ہم ایک منٹ کے لیے بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ایسے اہم مسئلہ پر صحابہؓ سکوت اختیار کر سکتے تھے (نیز کیا یہ مکمل سکوت اکٹھی دی ہوئی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر دلیل اجماع ہے؟) یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور ایسے ہی ہے جیسے کہ حضورؐ نے خود فرمایا ہے۔ زمانہ وحی میں کسی عمل پر نوٹس نہ لیا جانا اس کے صحیح ہونے کی سند ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومثال المرفوع من التقرير حكما ان يخبر الصحابی انهم کانوا یفعلون فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فانہ یکون لہ حکم المرفوع من جہۃ ان الظاھر اطلاعہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک لتوفر دواعیہم علی سوالہ عن امور دینہم ولان ذلک الزمان نزول الوحی فلا یقع من الصحابۃ فعل شئ ویستمرون علیہ الا وھو غیر ممنوع الفعل وقد استدل جابر بن عبد اللہ وابو سعید رضی اللہ عنہما علی جواز العزل بانہم کانوا یفعلونہ والقرآن ینزل ولو کان مما ینھی عنہ لنھی القرآن۔ (شرح نخبہ ۷۸)

حکماً مرفوع تقریری کا مطلب یہ ہے کہ صحابی کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسا کرتے تھے۔ ایسی روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے اس لیے کہ ظاہر ہے کہ آنحضرت ؐ کو اس کی اطلاع ہو گی کیونکہ صحابہ کرام کو آپ سے بکثرت مسائل پوچھنے کا موقع ملتا رہتا تھا اور اس لیے بھی کہ وہ زمانہ وحی کا تھا لہٰذا ناممکن ہے کہ صحابہ کرام سے کوئی فعل بلکہ اس پر دوام و استمرار سرزد ہو اور وہ منع بھی ہو حضرت جابرؓ بن عبد اللہ اور ابوسعیدؓ نے عزل کے جواز پر صرف اس بات سے استدلال کیا ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ اگر یہ ممنوع ہوتا تو قرآن اس سے منع کر دیتا۔

شرح نخبہ کے حاشیہ پر دو مثالیں اور بھی دی گئی ہیں۔

کنا ناکل لحوم الاضاحی علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قربانیوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔

کنا ناکل لحوم الخیل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم حضورؐ کے عہد میں گھوڑے کا گوشت کھا لیا کرتے تھے۔

نماز مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے متعلق حضرت عقبہؓ سے روایت ہے:۔

کنا نفعلہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت ما یمنعک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الان قال الشغل (بخاری)
ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ پڑھتے تھے یعنی (مرثد بن عبداللہ) نے کہا اب کیا رکاوٹ ہے جواب دیا مصروفیت۔
ائمہ کرام کے نزدیک اس قسم کی احادیث مرفوع کے حکم میں شمار ہوتی ہیں۔

خیر القرون

خیر القرون کے دور میں کوئی غلط عمل پنپ نہیں سکتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں علام الغیوب کی شہادت ہے:۔
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ۱۱۰)
تم بہترین اُمت ہو جو ظاہر کیے گئے ہو، لوگوں کے لیے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔
وَلَكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔
(الحجرات ۷)
لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی محبت دی اور اسے تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا۔ کفر، فسق اور نافرمانی سے تمہیں نفرت دی۔ یہ لوگ راہ راست پر ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ

بخاری شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ صحیح مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے تیمم کے بارے میں غیر صحیح طریق کار اختیار کر لیا تھا۔ اوّل الذکر نے مٹی میں "غسل" کیا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز ملتوی کر دی۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
انما كان يكفيك هكذا فضرب النبي صلى الله عليه وسلم بكفيه الارض و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفخ فیہما ثم مسح بہما وجہہ وکفیہ (ص۴۸)

تجھے اس طرح کافی تھا۔ پس آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان میں پھونک ماری پھر مسح کیا ان سے اپنے چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھوں کا۔

اس حدیث سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تیمم کے لیے ضربہ ایک ہے دو نہیں نیز مسح صرف ہتھیلیوں تک ہے کہنیوں تک نہیں۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایک انفرادی واقعہ بھی اصلاح کے بغیر نہ رہ سکا۔ تو عقل کیسے باور کر سکتی ہے کہ تین طلاق کا مہتم بالشان مسئلہ تین زمانوں میں اطلاع کے بغیر چلتا رہا ہو اور اس پر گرفت نہ کی گئی ہو نہ حضورؐ نے اس کا نوٹس لیا نہ صدیق اکبر نے اس پر متنبہ کیا اور حضرت عمرؓ بھی دو تین برس تک خاموش رہے۔

یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کے علم میں یہ بات نہ تھی محمود بن لبید کی ایلعب والی حدیث اس دعویٰ کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔ بلکہ رکانہ کی حدیث بھی اس خیال کی پرزور تردید کرتی ہے اس میں واضح ہے کہ خود آپ نے تین کو ایک قرار دیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو ابوالصہباء کے سوال کے جواب میں ابن عباسؓ تصدیق نہ کرتے۔ بلکہ یوں کہتے نہ جانے اس کا حضورؐ کو پتہ بھی تھا یا نہیں۔ نیز حضرت عمرؓ نے جو حکم کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ اُن کا اپنا تھا۔ ورنہ اگر قرآنؐ حدیث سے مستنبط ہوتا تو ان کی طرف منسوب کرنے سے انہیں کوئی عار نہیں ہو سکتا تھا۔

تین سے مراد تاکید | بعض نے ان الفاظ کا مفہوم یہ لیا ہے کہ تین طلاق کا مطلب تین دفعہ انت طالق انت طالق انت طالق کہنا ہے جس سے مقصود فقط تاکید ہوتی لہٰذا اسے ایک طلاق شمار کیا جاتا۔ اب حضرت عمرؓ نے نیت کی بجائے ظاہر پر حکم لگانا شروع کر دیا کیونکہ ہو سکتا ہے طلاق دینے والے کی نیت تکرار کی ہو۔ لیکن وہ کہہ دے جی نہیں میں نے تو ایک ہی طلاق دی ہے باقی دو دفعہ جو میں نے دہرایا ہے فقط تاکید کے لیے تھا صحابہ کرام کی نیت پر تو اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ہر کس و ناکس پر اعتماد کرنا ذرا مشکل ہے۔ ان معنوں میں مطلب صرف یہی ہو گا کہ طلاق ایک ہی دی جاتی تھی جسے ایک سمجھا جاتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب

یہ تاویل بھی محض تاویل ہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی نیت پر حملہ کیا۔ اگر پہلے بنیت معتبر تھی تو امیرالمومنین نیت کا اعتبار کیونکر ختم کر سکتے تھے۔ خدا کے نیک بندے بھی تو ہمیشہ رہتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ بدکردار آدمی کی نیت مشکوک ہو سکتی ہے سوال یہ ہے جو شخص کھلم کھلا احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے دل میں احکام کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔ وہ تو طلاق دے کر بھی کہہ سکتا ہے میں نے طلاق دی ہی نہیں۔ امیرالمومنین کے یہ الفاظ انّ النّاس قد استعجلوا فی شئی کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم۔ کسی تاویل کی گنجائش نہیں چھوڑتے از روئے شریعت بتدریج طلاق کی صورت میں ایک شخص کو سوچنے سمجھنے کی جو مہلت ملتی ہے اسے شرعاً کوئی نہیں چھین سکتا۔ لوگوں نے جب جلد بازی سے کام لیتے ہوئے اس اہم مسئلہ کو مذاق بنا لیا تو حضرت عمرؓ نے ظاہری الفاظ پر بنا رکھ کر ان کی نیت پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں جلد بازی کے مذاق کی سزا دی تھی۔ جیسے آپ نے اپنی طرف نسبت بھی فرمایا۔

تین کی نفی؟

ابن عباسؓ کی حدیث میں ابوالصہباء کے الفاظ الم یکن الطلاق الثلاث علیٰ عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر واحدۃ؟ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آج جو تین طلاقیں دی جاتی ہیں ما مضی میں ایک ہی دینے کا رواج تھا یعنی اس وقت لوگ اکٹھی تین طلاق دیتے ہی نہیں تھے۔ جب ایسا کرنے لگ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کے الفاظ کے مطابق حکم جاری کر دیا۔ اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں کی۔ نہ کوئی مختلف حکم نافذ کیا۔

جواب

اس مفہوم نے حدیث کا حلیہ ہی بگاڑ کے رکھ دیا۔ دوسری احادیث کو بھی ایک نظر دیکھ لیا جائے تو اس ڈھکوسلے کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم و ابو داؤد میں ہے ۔

عن طاؤس ان ابا الصہباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علیٰ عہد رسول اللہ و ابی بکر و ثلاثا من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم ۔

ابو صہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ابو بکر صدیق کے زمانہ میں اور عہد فاروقی کے ابتدائی تین سالوں میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں ؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں ۔

اس میں صراحت ہے کہ عہد نبوی عہد ابی بکر اور شروع خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اکٹھی تین طلاقیں دی گئی ہیں ۔ جنہیں ایک شمار کیا گیا ۔ اس بات کا انکار سراسر تجاہل عارفانہ ہے ۔ محمود بن لبید کی حدیث سے کون واقف نہیں ۔ اس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے جب اکٹھی تین طلاقیں دیں ۔ تو نبی علیہ السلام نے ایلعب بکتاب اللہ و انا بین اظہرکم کہہ کر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ۔ نیز اس خیال کے حاملین خود عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث سے اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جانے پر استدلال کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں ۔ فطلقھا عویمر ثلاثا قبل ان یامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری) پیشتر اس سے کہ نبی علیہ السلام اسے حکم دیں اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں ۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے حضور کے زمانہ میں اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی گئیں ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فلو امضیناہ کہنا اس قسم کے تمام توہمات کو دور کر دیتا ہے ۔ جو خود بھی ایک دوسرے کی ضد اور تردید ہیں ۔

تاویل ہذا کے متعلق علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

فیشکل اذلا یتجہ حینئذ ، قولہ فامضاہ عمر ۔

یہ مشکل ہے اس لیے کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول فامضاہ عمر کی کوئی توجیہ نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتی۔

روح المعانی ج ۲ ص۱۳۷ میں ہے:۔

فھو تاویل بعید لا جواب حسن فضلا عن کونہ احسن۔

یہ بعید تاویل ہے کوئی اچھا جواب نہیں کجا یہ کہ بہت ہی اچھا ہو۔

مصنف سبل السلام (ج ۲ ص۱۷۱) نے بھی اس تاویل کا سختی سے رد کیا ہے بعض لوگ کچھ کتابوں میں تردید کے لیے بیان کی گئی عبارتوں کو بھی خیانتاً مصنفین کے کھاتہ میں ڈال کر اپنے نمبر بڑھا لیتے ہیں۔

اس بے جان جواب کے متعلق حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:۔

بمنزلۃ ان یقول فی الزنی وقتل النفس وقذف المحصنت لو حرمناہ علیہم تحرمہ علیہم وبمنزلۃ ان یقول فی وجوب الطھر و وجوب شھر رمضان والغسل من الجنابۃ لو فرضناہ علیہم ففرضتہ علیہم (اغاثہ ص۲۲۸)

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی زنا، قتل یا تہمت جیسے جرائم کے متعلق کہے ہمیں انھیں حرام کر دینا چاہیے پس وہ انہیں حرام کر دے یا طہارت، رمضان یا غسل جنابت جیسے فرائض کے متعلق کہے ہمیں فرض کر دینا چاہیے پس وہ انہیں فرض کر دے۔

یعنی جو شے پہلے ہی شرعاً حلال یا حرام ہو اسے کسی اور کا حلال یا حرام کرنا چہ معنی دارد اور اسے حق بھی کیا ہے۔

بات یہ ہے اگر یہ حکم از روئے شریعت ہوتا تو حضرت عمرؓ شارع نہیں تھے جو اسے اپنی ذات کی طرف منسوب کرتے۔ وہ ایک حاکم تھے۔ جسے بوقت ضرورت تعزیر کا حق ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضورؐ کے زمانہ سے یکبارگی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا رہا۔ تین کو تین رکھنے کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے اپنی جانب سے خود کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین سے مراد بتہ ؟

بعض نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ حدیث مذکور میں تین سے مراد بتہ طلاق ہے کہ پہلے جب بتہ طلاق دی جاتی تھی تو طلاق دینے والے سے پوچھا جاتا تم نے کتنی طلاقیں مراد لی ہیں وہ اگر ایک کہتا تو اعتبار کر لیا جاتا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بتہ کو تین ہی قرار دیا۔

جواب

یہ مفہوم ظاہر کے بالکل خلاف ہے۔ نیز گزشتہ بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں تین طلاقیں دی گئی ہیں اور حضرت عمرؓ کے الفاظ کانت لہم فیہ اناۃ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مہلت تھی جسے ختم کیا گیا۔

فیصلہ عمرؓ

ایک اہم اعتراض جو اس سلسلہ میں وارد کیا جاتا ہے یہ ہے اگر مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت نہ مانی جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سنت کی مخالفت کی۔ ایک شرعی فیصلہ جو عہدِ نبویؐ سے لے کر آپؓ کے ابتدائی عہد تک جاری رہا آپ نے اُسے یکایک بدل ڈالا۔ یہ دین میں ناجائز مداخلت نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ شارع کا درجہ پیغمبر برحق کے لیے مخصوص ہو چکا ہے۔

جواب

گزارش ہے احکام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ہر حالت میں ناقابل تغیر و تبدل ہوتے ہیں کسی بھی موقع پر بڑے سے بڑے آئمہ کا اجتہاد بھی ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ مثلاً وہ احکام از روئے شریعت فرض کیے گئے ہیں۔ یا جن باتوں سے ہمیں تحریماً روک دیا گیا ہے۔ یا جن حدود کی پابندی ہمارے لیے لازم قرار دی گئی ہے۔ ان میں کسی طرح کی تبدیلی یا کمی بیشی ناجائز ہے۔ دوسرے وہ احکام ہیں جنہیں وقتی ضرورت اور موقع و محل کی مصلحت کے لحاظ سے تبدیل کیا جا سکتا ہے جیسے بالخصوص تعزیری سزائیں کہ ان میں حالات کے مطابق اُونچ نیچ کی جا سکتی ہے۔ نوعیت کو بدلا جا سکتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ سزائیں حدود اللہ کی مانند مقررہ شدہ نہیں ہوتیں کہ ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹنا ممنوع ہو۔ مقصد جرائم کی روک تھام اور منہیات سے باز رکھنا ہوتا ہے۔ حاکم وقت حکمت و مصلحت کے پیش نظر ایسی سزاؤں میں تخفیف، اضافہ یا ردّو بدل کر سکتا ہے۔

تعزیرات نبویؐ

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیری سزاؤں کا نفاذ کیا۔ تاہم انھیں ہمیشہ کے لیے قانون نہیں بنایا۔

بروایت جابر بن عبداللہ حضور علیہ السلام سے مروی ہے:۔

من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ قال ثم اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک برجل قد شرب فی الرابعۃ فضربہ ولم یقتلہ (ترمذی)

جو شراب پیئے اُسے کوڑے لگاؤ۔ اگر چوتھی بار مرتکب ہو تو اُسے قتل کر دو۔ جابرؓ کہتے ہیں پھر حضورؐ کے پاس چوتھی بار پینے کا ایک مجرم لایا گیا تو اسے مارا پیٹا اور قتل نہ کیا۔

سفر تبوک کے موقع پر پیچھے رہنے والوں میں سے تین اشخاص کعب بن مالک ہلال بن اُمیہ اور مرارہؓ بن ربیع کو مکمل بائیکاٹ کی سزا دی۔ یہ بھی وقتی تعزیر تھی ورنہ شریعت میں یہ قانون پہلے تھا نہ بعد میں رہا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے اونٹوں کی زکوٰۃ کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے فرمایا جس نے ان کی زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اس سے زکوٰۃ کے علاوہ نصف اُونٹ بھی قبضہ میں لے لیے جائیں گے۔

بطور نمونہ یہ مثالیں عرض کی گئی ہیں۔ ورنہ آپ سے متعدد اجتہادی سزائیں مروی ہیں۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی حسبِ ضرورت اجتہاد سے کام لیا حضرت عمرؓ تو اس باب میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس اہلیت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص طور پر نوازا تھا۔

تعزیرات عمرؓ

حرمتِ شراب کے بعد دورِ نبویؐ میں شاذ و نادر ہی شراب نوشی کا واقعہ پیش آتا تھا۔ اس کی سزا ابھی کوئی خاص متعین نہ تھی۔ تذلیل کی خاطر لے دے کے تقریباً چالیس عدد جوتیاں یا کپڑے کے کوڑے وغیرہ لگا کر تو امنع کر دی جاتی۔ رفتہ رفتہ جب لوگ دلیر ہونے لگے۔ تو حضرت عمرؓ نے شراب پینے کی سزا اسی کوڑے مقرر فرما دی۔ اور پھر اسی پر عمل رہا۔ انسؓ سے روایت ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لقی برجل قد شرب الخمر فضربہ نحو الاربعین وفعلہ ابوبکر فلما کان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن بن عوف کاخف الحدود ثمانین فامر بہ عمر (ترمذی) حضورؐ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ نے اُسے چالیس درّے لگانے کا حکم دیا۔ ابوبکرؓ نے بھی یہی سزا قائم رکھی۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہنے لگے۔ قرآن میں سب سے ہلکی سزا جو مقرر کی گئی ہے ۸۰ کوڑے ہے تو حضرت عمرؓ نے شراب کی سزا بھی ۸۰ کوڑے مقرر کر دی۔ آپ اس کے علاوہ جلاوطنی کی سزا بھی دیا کرتے تھے بلکہ ثابت ہے جہاں شراب کا کاروبار ہوتا۔ آپ اُسے بھی جلا کر خاکستر کر دیتے تھے۔

فاروقِ اعظمؓ نے سعدؓ کا محل صرف اس لیے نذرِ آتش کرا دیا کہ انہوں نے دربان رکھ لیے تھے۔

دِرّہ آپ کی ایجاد تھا۔

جیل آپ نے بنوائی

نوحہ کرنے پہ عورتوں کو آپ نے مار کی سزا دی۔

حالانکہ یہ سزائیں قانون شریعت میں نہیں ہیں۔

تمتع حج بالاتفاق جائز ہے۔ نبی علیہ السلام نے قربانی ساتھ نہ لے جانے والوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو عمرہ کے بعد احرام کھول دینے کا حکم دیا - اور خود بھی آرزو کی اگر میں پیچھے سے قربانی نہ لایا ہوتا تو احرام کھول دیتا - لیکن حضرت عمرؓ اور عثمانؓ اس سے منع کرتے تھے غالباً اُن کا خیال تھا کہ تمتع کی سہولت حجۃ الوداع کے ساتھ مخصوص تھی - لیکن صحابہ نے اس مسئلہ میں اُن سے اتفاق نہیں کیا - حضرت علیؓ کا قول ہے :-

ماکنت لادع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقول احد -

میں کسی کے کہنے پر رسولِ خدا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا -

ترمذی میں روایت ہے ایک شامی شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو فرمایا -

ھی حلال - فقال الشامی ان اباک قد نھی عنھا فقال عبد اللہ بن عمر ارأیت ان کان ابی نھی عنھا وصنعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَمرُ ابی یتبع اَم امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل بل امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لقد صنعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - یعنی عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تمتع جائز ہے - شامی کہنے لگا آپ کے والد تو اس سے منع کرتے تھے فرمایا اُن کے منع کرنے سے کیا ہوتا ہے - نبی علیہ السلام نے جو تمتع کیا ہے پیروی میرے باپ کی ہو گی یا حضورؐ کی ؟ وہ بولا حضورؐ کی - فرمایا تو بس حضورؐ نے تمتع کیا ہے (یعنی آپؐ کے ساتھ آپ کے فرمان سے تمتع کیا گیا)

قال النووی ان المتعۃ التی نھی عنھا عثمان ھی التمتع المعروف فی الحج وکان عمرؓ وعثمانؓ ینھیان عنھا نھی تنزیہ لا تحریم انما نھیا عنھا لان الافراد افضل (شرح مسلم ص۴۰۲)

صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کا حج تمتع سے منع کرنا تنزیہی تھا تحریمی نہیں تھا - منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حج افراد افضل ہے -

ایسے ہی اُمہات الاولاد (اولاد والی لونڈیوں) کی خرید و فروخت اوّل اوّل جائز تھی حضرت عمرؓ نے اس سے منع کر دیا - جابر بن عبداللہ سے مروی ہے :-

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعنا اُمهات اولاد علیٰ عہد رسول اللہ علیہ وسلم و ابی بکر فلما کان عمر نہانا فانتہینا (ابوداؤد)

نبی علیہ السلام اور ابوبکر کے وقت میں ہم اُمہات الاولاد کو بیچ لیا کرتے تھے عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے ہمیں منع کر دیا پس ہم رُک گئے۔

مسلمانوں کے لیے اہل کتاب کی عورتوں سے شادی قرآن کی رُو سے جائز ہے فرمایا۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ (مائدہ ۵) لیکن حضرت عمرؓ نے جب محسوس کیا کہ کثرت فتوحات کے بعد کتابیہ عورتوں سے نکاح اور ان سے خلا ملا رکھنے کے سبب مسلمانوں کی تہذیب متاثر ہو رہی ہے۔ تو آپ نے یہاں بھی تعزیر لگا دی۔ گو اس وقت کچھ لوگ معترض ہوئے اور بعد میں بھی اصل مسئلہ جواز ہی ثابت رہا۔

اسی طرح قرآنِ مجید نے تقسیم صدقات کے تحت جن محتاجوں کی فہرست بیان کی ہے۔ اس میں مؤلفۃ القلوب کو بھی رکھا ہے۔ یعنی نومسلموں کو بھی اُن کی دلجوئی کے لیے کچھ دینا چاہیے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام تالیف قلب کے لیے ابوسفیان۔ اقرع بن حابس۔ عباس بن مرداس۔ صفوان بن اُمیہ اور عیینہ بن حصن کو سو اونٹ فی کس مالِ غنیمت اور زکوٰۃ میں سے دیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عیینہ اور اقرع زمین لینے کے سلسلہ میں ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ تو آپ نے انہیں باقاعدہ ایک تحریر لکھ دی۔ پھر خلیفہ عمرؓ کے پاس آئے۔ تو آپ نے وہ حکم نامہ ہی چاک کر دیا اور فرمایا اب اللہ تعالےٰ نے اسلام کو سربلند اور تم سے بے نیاز کر دیا ہے یا تو مضبوطی سے اسلام پر قائم ہو جاؤ۔ ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہوگی۔ یعنی آپ نے مؤلفۃ القلوب کو ایک مستقل مد نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ اُن کے نزدیک یہ ایک وقتی ضرورت تھی۔ عرب اچھی طرح زیرنگیں ہو چکا تھا۔ اب خواہ مخواہ اتنی دیر کسی کی نازبرداری کرتے رہنا قرینِ قیاس نہیں تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں سے واسطہ پڑا۔ تو آپ ہی نے اُن میں سے مسلمان ہونے والوں کے ساتھ رواداری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتی۔ انہیں گراں بہا عطیے دیا کرتے تھے۔ ہرمزان کے لیے اچھا خاصا وظیفہ مقرر فرمایا۔ جسے بعد میں خود ہی موقوف کر دیا۔ نیز معلوم ہے کہ اسلامی حکومت میں رہنے والے ذمی کافروں سے جزیہ لینے کا حکم ہے لیکن حضرت عمرؓ نے چند ایک سیاسی وجوہ کی بنا پر بنو تغلب سے جزیہ کے بجائے دوگنا صدقہ وصول کیا۔ یہ قوم عربی النسل ہونے کی وجہ سے جزیہ دینا اپنے لیے عار گردانتی تھی (محلی ابن حزم ج ۶ ص۱۱۱ تا ص۱۱۲)

غیر شادی شدہ زانی کی سزا کے متعلق حدیث شریف میں مائۃ جلدۃ کے علاوہ تغریب عام (ایک سال کی جلاوطنی) کا ذکر بھی ہے۔ خود حنفیہ نے اسے تعزیر کہہ کر ساقط کیا ہے اور مصلحت یہ بیان کی ہے کہ اس طرح کفار کی صحبت میں رہ کر اس کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اب ان واقعات کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمرؓ نے خلاف قرآن و سنت چلنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ آپ نے کسی حرام چیز کو حلال کیا ہے نہ کسی فرض سے ممانعت کی ہے۔ نہ ہی مقرر شدہ حدود میں دخل اندازی کی ہے اور نہ ہی کسی سنت کو موقوف کیا ہے ہاں آپ نے تعزیرات میں اپنا اختیار ضرور استعمال کیا ہے جس کا آپ کو حق تھا۔ یا پھر کچھ جائز چیزوں پر پابندی لگائی ہے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے اس قسم کے مسائل یا تو کسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں۔ وہ شرط اگر نہ پائی جائے تو مسئلہ کی نوعیت بدل سکتی ہے۔ یا اگر کوئی پہلے مانع موجود ہو تو بھی مانع اٹھ جانے کے بعد مسئلہ بدل سکتا ہے (جیسے باجماعت تراویح)

یاد رہے ان تعزیرات یا ان اجتہادات عمرؓ میں سے بعض کو امت نے تسلیم کیا اور بعض سے اختلاف۔ یک وقت طلاق ثلاثہ کا فتوے بھی ایسے ہی مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ وقتی ضرورت کے ماتحت یہ ایک تعزیر تھی جو آپ نے لگائی۔

پس منظر

حضرت عمرؓ کا زمانہ فتوحات کا دور تھا۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تیزی سے زیر فرمان ہو رہی تھیں اور عرب میں ایک سے زیادہ شادی کو معیوب نہیں سمجھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا۔ اسلام نے بھی امکانی حد تک انصاف کر سکنے کی صورت میں چار شادیوں کی اجازت بخشی ہے۔ تعلقات کی وسعت اور تقاضائے بشریت سے بعض شادی شدہ لوگ عجمی عورتوں سے شادی رچانے کے خواہش مند ہوتے۔ تو وہ انہیں کہتیں شرط یہ ہے پہلی بیوی کو طلاق دو تب ہم تمہارے حرم میں آئیں گی۔ تو وہ ان کی دلجوئی کے لیے تینوں طلاقیں یک دفعہ دے ڈالتے۔ تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ اُن کا پہلی بیوی سے بالکل قطع تعلق ہو گیا ہے طلاق تک نوبت نہ بھی پہنچتی تو بھی نئی بیوی سے ترجیحی سلوک روا رکھا جانے لگا اور پہلی بیویوں سے خاص اُنس اور لگاؤ نہ رہتا۔ بلکہ اکثر اوقات انھیں تنگ کیا جاتا اور پھر اخیر بات آ کر طلاق پہ ہی منتج ہوتی۔ اور یہ ایک عام رواج چل پڑا۔ اللہ تعالےٰ نے طلاق دینے کا جو معقول طریقہ مقرر فرمایا ہے لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چٹا پٹ تین طلاقیں دے ڈالتے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان عورتوں کو ظالم خاوندوں سے چھڑانے نیز جلد باز خاوندوں کو اُن کی عجلت پسندی اور دین سے تلعب کی سزا دینے کے لیے اس طرح دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک قرار دے دیا۔ کیونکہ آپ کو علم تھا اللہ تعالےٰ نے جو تیسری طلاق کو آخری طلاق قرار دیا ہے اور اس کے بعد اس بیوی سے شادی کی اجازت نہیں دی۔ تاوقتیکہ وہ عورت کہیں دوسری جگہ شادی کر لے۔ اور پھر اس کا موجودہ خاوند فوت ہو جائے یا اتفاقاً طلاق واقع ہو جائے۔ سراسر عقوبت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس میں اضافہ کر دیا کہ یک بارہ تین طلاق دینے والوں کو بھی یہ سزا ضرور ملنا چاہیے۔ اور یہ سزا اس مصلحت کے زیر اثر دی گئی کہ لوگوں میں اکٹھی تین دینے کا جو رجحان بڑھ رہا ہے کسی طرح ختم ہو جائے اور وہ اس طرح طلاق دینے سے قبل اچھی طرح سوچ لیں۔ کہ اپنی بیوی کو دوبارہ لوٹانے کے لیے کیا اس کی غیرت و حمیت حلالہ کو برداشت کرے گی۔

حکمت عملی

یعنی آپ کی نیت نیک تھی۔ آپ فقط اس بحران کی اصلاح چاہتے تھے۔ چنانچہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ازراہِ تدبّر وحکمت وسیاست شرعیہ اور سد اللذریعہ ان کے لیے ان کے جنس عمل سے سزا تجویز کی۔ جیسے کہتے ہیں اچھا یوں تو پھر یوں ہی سہی۔ مقصد یہ تھا کسی طرح لوگ اصل مسئلہ کی طرف لوٹ آئیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی زبان سے لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ (آپ جانتے ہیں کہ یہ نہیں بولتے) نکلوانے کے لیے فرمایا:۔

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۔

(الانبیاء ۶۳)

یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے پوچھ لو ان سے اگر یہ بولتے ہیں۔ یا جیسے اگر کوئی شخص سفر میں نماز کی قصر اور روزہ کے التوا کی سہولت قبول نہ کرے تو اس سے تعزیراً یہ رخصت چھین لی جائے تاکہ اسے رخصت کی مصلحت کا احساس ہو سکے۔

لفظ سیاست سے بدکنا نہیں چاہیے اس سے چودھویں صدی کے ہیر پھیر مولویوں یا ابن الوقت لیڈروں کی سیاست مراد نہیں بلکہ اس سے پاکباز لوگوں کی سیاست مراد ہے۔ یہ لفظ انبیاء کرام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفہ نبی و انہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء (بخاری کتاب المناقب باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے۔ ایک نبی فوت ہوتے تو دوسرے نبی اس کی جگہ لے لیتے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہاں خلفاء ہوں گے۔

گواہ چست

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو بعد میں کسی نے زجر پر محمول کرکے تین کو ایک قرار دیا اور بعض نے تین کا فتوے ہی دینا شروع کر دیا۔ حدیث شریف کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر انداز کر کے قول کے مطابق فتوے دینے سے بہتر تھا کہ قول کو نظر انداز کر کے حدیث شریف کے مطابق فتویٰ دیا جاتا۔ ہمیں فراخ دلی سے یہ مان لینا چاہیے کہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ اپنی جگہ پر تعزیری تھا ورنہ حاشا وکلا آپ اسے کبھی اپنی جانب منسوب نہ فرماتے بلکہ اگر یہ حکم کتاب وسنت سے ماخوذ ہوتا تو آپ اس کا ذکر فرماتے ۔ کوئی ثابت کر دے کہ حضرت عمرؓ نے فلاں آیت یا فلاں حدیث سے استدلال کیا تھا تو خاکسار اسے انعام کا مستحق سمجھے گا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے الفاروق میں اس مسئلہ کو حضرت عمرؓ کے اولیات میں شمار کیا ہے تتابع کے بعد امضاد کا جو حکم ہوا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے کچھ تبدیلی کی گئی ہے سوال یہ ہے اگر تتابع نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ تفکر و تدبر۔

مدعی سست گواہ چست کی طرح تین طلاق کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی ذہنی تعزیر کو اپنا مستقل فتویٰ بنا کر مقلدین نے قرآن وحدیث سے دلائل ڈھونڈنا شروع کر دیے۔

میں پوچھتا ہوں آپ نے اور جو کئی تعزیرات لگائی ہیں انھیں کس کھاتہ میں ڈالیے گا۔ اگر انھیں بھی قرآن وحدیث سے مدلول کرنے کی کوشش کی گئی تو پھر انہیں کوئی اور ہی قرآن وحدیث تلاش کرنا پڑے گا۔

ناکام تجربہ

کہا جا سکتا ہے کیا حضرت عمرؓ کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ آپ چاہتے تو تعزیراً یوں بھی کچھ سزا دے سکتے تھے۔ تاکہ سنت کی کسی طرح بھی مخالفت نہ ہوتی۔ بحث اس میں نہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام اپنی جگہ مناسب تھا یا نہیں۔ بحث یہ ہے کہ آرڈر تعزیری تھا اور تعزیر کا آپ کو حق تھا۔ تاہم عمر فاروق اپنے اس اقدام پر آخر عمر میں متاسف تھے۔ حافظ ابوبکر اسماعیلی مسند عمر میں لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابویعلیٰ حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ندمت علیٰ شئ ندامتی علیٰ ثلاث ان لا اکون حرّمت الطلاق وعلیٰ ان لا اکون انکحت الموالی وعلیٰ ان لا اکون قتلت النوائح (اغاثۃ ج ۱ ص ۳۳۶)

مجھے تین چیزوں پر بہت زیادہ ندامت ہوئی ہے (۱) طلاق کے حرام کرنے پر (۲) آزاد کردہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے پر (۳) اور کاش نوحہ کرنے والیوں کے بے قتل کا حکم نہ جاری کیا ہوتا۔

ظاہر ہے اس سے مطلق طلاق مراد نہیں۔ آپ نے طلاق دینے سے تو منع نہیں کیا۔ یہی اکٹھی طلاق ثلاثہ کا مسئلہ تھا جس میں آپ نے تعزیر لگائی تھی اور جس کا آپ کو افسوس تھا۔ اس کے علاوہ آپ سے مسئلہ طلاق میں کوئی ردو بدل ثابت نہیں۔ ابن قیم لکھتے ہیں:۔

فتعین قطعا انہ اراد تحریم ایقاع الثلاث (اغاثہ ج ۱ ص ۳۳۶)

یقیناً حضرت عمرؓ نے طلاق ثلاثہ کے وقوع کی حرمت کو چاہا تھا۔

حضرت عمرؓ کی تعزیر کو مدِ نظر رکھ کر فتوے صادر کرنے سے پیشتر اُن کی ندامت کو بھی ملحوظ رکھ لینا چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اُس کے پیغمبر کا فیصلہ ہی درست تھا اور تعزیر اس مقام پر نادرست تھی۔ یہ ایک ہنگامی تعزیر تھی جو لگی اور ختم ہو گئی۔ کوئی مستقل قانون نہیں تھا۔ جسے ابد تک باقی رہنے دیا جائے اصل مسئلہ لوٹ آنا چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اب فیصلہ نبوی پر عمل نا ممکن ہو۔ اس کے لیے کوئی مانع ہی موجود ہے۔ نہ وہ کسی ایسی شرط سے مشروط تھا۔ جواب مفقود ہو۔ حضرت عمرؓ نے اُس کے برعکس اگر تعزیر لگائی تھی تو وہ وقتی تھی۔ اور ناکام بھی ثابت ہوئی۔ کیونکہ آپ کا خیال تھا اس طرح لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آجائیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ بلکہ نیک نیت لوگوں کے لیے بھی خدا کی دی ہوئی سہولت کا دروازہ بند ہو گیا۔ جس کا آپ کو از حد ملال تھا۔ پھر اصل بات یہ ہے کہ سنت ثابتہ ہوتے ہوئے فتوے عمرؓ کو ترجیح کوئی وزن نہیں رکھتی۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے

امام صنعانیؒ فرماتے ہیں :۔

والاقرب ان ھذا رأی من عمر ترجح لہ کما منع من متعۃ الحج وغیرھا وکل احد یوخذ عن قولہ ویترک غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکونہ خالف ما کان علی عھدہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو نظیر متعۃ الحج بلا ریب والتکلفات فی الاجوبۃ لیوافق ما ثبت فی عصر النبوۃ لا یلیق فقد ثبت عن عمرؓ اجتھادات یعسر تطبیقھا علی ذالک نعم ان امکن التطبیق علی وجہ صحیح فھو المراد (سبل السلام ج ۳ ص ۱۷۱)

صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی اسے آپ نے ترجیح دی جیسے آپ نے حج تمتع وغیرہ سے منع کیا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہر ایک کی بات کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ حج تمتع کے بارے میں آپ کے قول کی طرح آپ کا یہ قول بھی عہدِ نبوی کے خلاف تھا۔ اسے عہدِ نبویؐ کے مطابق ثابت کرنے کے لیے جوابات کا تکلف نامناسب ہے۔ حضرت عمرؓ سے کئی ایسے اجتہادات ثابت ہیں جن کی مطابقت مشکل ہے ہاں اگر صحیح طریقہ پر تطبیق ہو سکے تو ٹھیک ہے۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں :۔

والحق احق بالاتباع فان کانت تلک المحاماۃ لاجل مذاھب الاسلاف فھی احقر واقل من ان تؤثر علی السنۃ المطھرۃ وان کانت لاجل عمر بن الخطاب فاین یقع المسکین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ای مسلم من المسلمین یستحسن عقلہ وعلمہ ترجیح قول صحابی علی قول المصطفیٰ (نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق کی پیروی زیادہ مناسب ہے۔ یہ مدافعت اگر تقلیدی مذاہب کی وجہ سے ہے تو اسے سنت مطہرہ پر ترجیح نہیں دی جا سکتی اور اگر حضرت عمرؓ کی وجہ سے ہے تو کہاں بے چارے عمرؓ اور کہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا کسی مسلمان کی عقل یہ گوارا کرتی ہے کہ وہ کسی صحابی کے قول کو فرمان مصطفےٰ پر ترجیح دے۔

علامہ رشد قرطبیؒ فرماتے ہیں:۔

وکان الجمہور غلبوا حکم التغلیظ فی الطلاق سد اللذرایعہ ولکن تبطل بذلک الرخصۃ الشرعیۃ والرفق المقصود فی ذلک المعنی فی قولہ تعالیٰ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (بدایۃ المجتہد مصری ج ۲ ص ۶۳)

جمہور نے طلاق کے سلسلے میں یہ سخت فیصلہ بوجہ مصلحت کیا تھا لیکن اس سے رخصت شرعی اور وہ نرمی جو آیت ہذا (کہ شاید اللہ تعالیٰ بعد میں کوئی نئی صورت پیدا کر دے) میں مقصود ہے ختم ہو جاتی ہے۔

عارضی فیصلہ

بات یہ ہے سیاسی نوعیت کے فیصلے عارضی ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جو فیصلہ کیا اسے حالات کا تقاضا سمجھ کر کیا۔ اب حالات کا تقاضا تعامل نبوی ہے۔ نیز اس زمانے میں نکاح و طلاق کے معاملات آسان بھی تھے اور رشتے بھی تھے مرد یا عورت زندگی کے کسی حصے میں بھی ہوتا ہر دو کے لیے رشتے بآسانی مل جاتے تھے۔ اس لیے اکٹھی تین طلاق کا نفاذ ازدواجی یا اقتصادی لحاظ سے کسی کو اتنا مہنگا نہیں پڑتا تھا۔ اب حالات بہت مختلف ہیں۔ اب اگر اس غلطی کی تلافی نہ کی جائے تو دونوں میاں بیوی کی زندگی یکسر معطل اور برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے خیر اسی میں ہے کہ کسی کے اجتہادی فتوے کی بجائے کتاب و سنت پر عمل ہونا چاہیے۔ جن کے فیصلے قیامت کے لیے نافذ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین طلاقیں ضرور دیجیے مگر کس کو

میں اپنے مقلد بھائیوں کو ہمدردانہ مشورہ دوں گا کہ وہ خدا کے لیے اپنی ہٹ اور اندھی عقیدت کو ترک کر دیں اور اسے یک دم تین طلاقیں دے دیں اس صورت خاص میں وہ خاکسار کو بھی اپنا مؤید و ہمنوا پائیں گے یعنی اگر تین طلاقیں دینا ہی ٹھہریں تو عصبیت بے جا کو دیجیے اپنی تقلید کو دیجیے اپنی آباد پرستی کو دیجیے بے چاری عورت کو نہ دیجیے کہ یہ بڑا ظلم ہے۔

سنت رسولؐ

جناب محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب الفاروق ج ۲ ص۲۸۶ میں تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہوئے حضرت عمرؓ کا اپنا قول نقل کیا ہے۔

السنۃ ما سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلوا خطا الرائی سنۃ للامۃ۔

سنت حضورؐ کی ہوتی ہے کسی کی غلط رائے کو امت کے لیے سنت نہ بناؤ ۔ ۱

احتیاط

یہ مسئلہ بھی حضرت عمرؓ کی ایک رائے تھی۔ ایک اجتہادی فتوےٰ تھا ایک سیاسیانہ تعزیر تھی۔ اگر آپ کو اس کے متعلق قرآن و حدیث سے استنباط کا دعوےٰ ہوتا تو اسے کبھی بے دلیل نہ چھوڑتے۔ آپ اس بارے میں نہایت محتاط اور بے لچک رویہ کے حامل واقع ہوئے تھے ایک موقع پر حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ روایت کیا کہ تین دفعہ اذن طلب کرنے پر اگر کسی کے ہاں سے اجازت نہ ملے تو آنے والے کو واپس ہو جانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اقم علیہ البینہ (اس پر گواہ قائم کرو) چنانچہ حضرت ابو سعیدؓ خدریؓ نے آکر گواہی دی (بخاری و مسلم) یعنی آکر بتایا کہ واقعی یہ فرمانِ رسولؐ ہے۔

من رأی منکم منکرا

معترضین کہتے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ سنت نبوی کے مطابق نہیں تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو صحابہ کرام نے اس کے خلاف آواز کیوں نہ اُٹھائی کیونکہ حکم ہے :- من رائی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ الحدیث۔

اُس زمانے میں تو ایک عورت نے بھی مہر باندھنے سے منع کرنے پر حضرت عمرؓ کو برسرِ منبر ٹوک دیا تھا۔

جواباً عرض ہے یہ فیصلہ شرعی تھا ہی کب کہ لوگ اس پر معترض ہوتے حضرت عمرؓ نے تو کوئی اس قسم کا دعوےٰ نہیں کیا تھا۔ ایک بات بطورِ دین و مذہب بیان کی جائے۔ حقیقت میں وہ ایسی نہ ہو جسے احداث فی الدین کہتے ہیں وہ منع ہے تعزیر منع نہیں ہے۔ جس طرح لوگ حضرت عمرؓ کی دیگر کئی تعزیرات اور وقتی احکامات پر خاموش رہے۔ اس وقتی خاموشی کو بھی ان چند خاموشیوں پہ قیاس کر لینا چاہیے۔ اور جب لوگوں نے اس تعزیر کو دینی اور شرعی حیثیت دے ڈالی تو پھر باقاعدہ اختلاف کرنے والوں نے اس سے اختلاف کیا سلف و خلف کی شہادتیں موجود ہیں۔

سنتِ خلفاء

حضرت عمرؓ کی اس وقتی رائے اور ناکام تجربہ کو مستقل مذہب بنانے کے لیے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین سے بھی استدلال صحیح نہیں کیونکہ اصل شے سنت نبوی ہے۔ وہاں سے اگر راہنمائی نہ مل سکے تو پھر خلفاء کا نمبر آتا ہے۔ قرآن و حدیث سے دافر ثبوت کے بعد ادھر اُدھر کے اقوال کی طرف توجہ دینا بھی تو سنت خلفاء نہیں ہے۔

فتویٰ ابن عباسؓ

اس حدیث کی راہ میں ایک یہ رکاوٹ پیش کی جاتی ہے کہ اس کے راوی ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی اس سے مختلف تھا۔ جیسا کہ مروی ہے امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا۔ حدیث ابن عباسؓ پر آپ کو کیا اعتراض ہے فرمایا ان کا فتویٰ۔

جواب : یہ اتفاقی مسئلہ نہیں ہے کہ صحابی کا قول جب اس کی روایت کے مخالف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو روایت کا انکار کر دیا جائے صحابی کی رائے اور اس کی روایت میں تضاد کی صورت میں امام شافعیؒ کا مشہور قول یہی ہے کہ روایت کو ترجیح ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ البتہ ایسی صورت میں رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام احمدؒ سے دونوں قول مروی ہیں مشہور ان سے بھی یہی ہے کہ روایت صحابی کو ترجیح ہو۔

بخاری شریف میں باب خیار الامۃ تحت العبد کے ضمن میں بریرہؓ والی حدیث مروی ہے جسے حضرت عائشہؓ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس بیع سے طلاق نہیں ہوتی۔ ورنہ اختیار بے معنی رہ جاتا ہے حالانکہ اسی روایت کے راوی ابن عباس کا مسلک اس کے برخلاف ہے وہ لونڈی کی بیع کو طلاق تصور کرتے ہیں (فتح الباری)

لیکن جمہور نے اس جگہ قول ابن عباس پر اُن کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ خود امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوحنیفہؒ بھی اختیار ہی کے قائل ہیں۔ ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر اصحابہ ان یرملوا ثلاثۃ اشواط۔ (مسلم) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ تین پھیروں میں رمل کیا کریں۔

مگر ابن عباس کا ذاتی قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے۔ (مسلم مع شرح نووی صـ۴۱۱)

یہاں حنفیہ بھی رائے کے نہیں روایت کے حق میں ہیں۔ یوں بھی دیکھا جائے تو رائے کی بجائے روایت کو راجح ہونا چاہیے۔ وہ بہر حال نبی علیہ السلام کی بات ہوتی ہے اور یہ صحابی کا اپنا خیال ہو سکتا ہے صحابی کو سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہو یا اور بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے جیسے پیچھے عقبہ کی روایت گزری کہ وہ رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب کے راوی ہیں مگر خود مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :۔

واجیب بان الاعتبار بروایۃ الراوی لا برأیہ لما یطرق رأیہ من احتمال النسیان وغیر ذلک واما کونہ تمسک بمرجح فلم ینحصر فی المرفوع لاحتمال التمسک بتخصیص او تقییب او تاویل ولیس قول مجتہد حجۃ علی مجتہد آخر (فتح الباری)

جواب یہ ہے کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہوتا ہے اس کی رائے کا نہیں۔ رائے میں بھول وغیرہ کو بھی دخل ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ راوی نے کسی اور مرفوع روایت سے ہی استدلال کیا ہو۔ اپنی روایت سے رائے کا یہ اختلاف تخصیص تقیید یا تاویل کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور یاد رہے ایک مجتہد کا قول دوسرے مجتہد پر حجت نہیں ہوتا۔

یا بعض اوقات ایک مسئلہ ضروری ہوتا ہے لیکن صحابی اسے استحباب پر محمول کر کے فتوے مختلف دے دیتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو کچھ ایسی بات زیر نظر حدیث میں ہے۔

حضرت عمر رضہ کے فیصلہ کی وجہ معلوم ہو جانے کے بعد ابن عباس کے فتوے کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ حقائق کی موجودگی میں یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کے فتویٰ کی حیثیت بھی فقط تعزیری تھی۔ آپ کے قول کا انداز ہی بتاتا ہے کہ آپ لوگوں کی جلد بازی اور قرآن کی آیت سے مذاق کی سزا کے طور پر یہ فتوے دے رہے ہیں۔

بروایت مجاہد مروی ہے :۔

کنت عند ابن عباسٍ فجاءہٗ رجلٌ فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثاً فسکت حتّٰی ظننت انہ رادّھا الیہ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الاحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ تعالیٰ قال ومن یتق اللہ تعالیٰ قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا وانّک لم تتق اللہ فلا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَجد لك مخرجًا عصیت ربك و بانت منك امراءتك (ابوداؤد)

میں ابن عباسؓ کے پاس تھا ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ اُس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں آپ خاموش ہو گئے ہیں سمجھا رجوع کا فتوٰے دے دیں گے۔ پھر فرمانے لگے پہلے حماقت کر بیٹھتے ہو۔ پھر اسے ابن عباس اے ابن عباس کہتے ہوئے میرے پاس بھاگتے ہو۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے جو اللہ سے ڈرے وہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کرتا ہے چونکہ تو اللہ سے نہیں ڈرا میں تیرے لیے نکلنے کی راہ نہیں پاتا تونے اپنے مالک کی نافرمانی کی ہے تیری عورت تجھ سے جدا ہوئی۔

ابن عباسؓ نے اپنے تعزیری فتوے کی بنا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا پر رکھی ہے۔ یہ ایک عمومی سا استدلال ہے۔ ورنہ آیت کا شانِ نزول یہ نہیں ہے۔ جامع البیان میں اس آیت کے بعد لکھا ہے۔ عن ابن عباس والضحاک وغیرہ مَنْ طَلَّقَ وَرَاجَعَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ من الکرب سیما عند الموت مخرجًا ورزقه من حیث لا یرجو۔

ابن عباس اور ضحاک وغیرہما سے مروی ہے جو شخص حسبِ حکم الٰہی طلاق دے اور رجوع کرے اللہ تعالیٰ اسے تکلیف سے نجات دلائے گا۔ بالخصوص موت کی تکلیف سے اور اُس کے لیے غیبی رزق کا سامان پیدا کرے گا۔

اسی آیت کے شانِ نزول سے متعلق ابن عباس ہی سے ایک حدیث سنیے:

عن ابن عباسؓ قَالَ جاء عوف بن مالكٍ الاشجعیّ الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان ابنی اسره العدو وجزعت امه فما تامرنی قال آمرك وایاها ان تستكثرا من قول لاحول ولا قوة الا بالله فقالت المراة نعم ما امرك فجعلا یكثران منها فتغفل عنه

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العدو فاستاق غنمهم فجاء بها الی ابیه فنزلت هذه الآیة (ابن مردویه) عوف بن مالک اشجعی نبی علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ میرے بیٹے کو دشمنوں نے قید کر لیا ہے۔ اور اس کی والدہ بھی بہت گھبرا رہی ہے اب آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا تم دونوں میاں بیوی کثرت سے لاحول پڑھا کرو۔ عورت نے اپنے خاوند عوف سے کہا حضور نے تجھے اچھی بات کہی ہے۔ وہ بکثرت لاحول کا ورد کرنے لگے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا۔ لڑکے سے دشمن غافل ہو گئے۔ وہ ان کی بے خبری کا فائدہ اٹھا کر ان کے ریوڑ ہانک لایا اور باپ کے پاس آگیا۔ تو یہ آیت یعنی ومن یتق اللہ (الآیۃ) نازل ہوئی۔

آپ حیران ہوں گے حضرت ابن عباس ہی سے بالکل صحیح سند کے ساتھ اپنی روایت کے حق میں بھی قول مروی ہے عن حماد بن زید عن ایوب عن ابن عباس اذا قال انت طالق ثلاثاً بفم واحد فھی واحدۃ (ابوداؤد) ابن عباسؓ کہتے ہیں جب ایک شخص اکٹھی تین طلاق دے تو یہ ایک ہی متصور ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ اُن کے دلائل بھی

میرا خیال ہے اب ان روایتوں کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا جن پر تکیہ کر کے ہمارے بھائی طلاقِ ثلاثہ کی اُلجھن میں گرفتار ہوئے ہیں۔ جو اب بھی ساتھ ساتھ سماعت فرمائیے:۔

استدلال ۱: فاطمہ بنتِ قیس کے بارے میں صحیحین میں مروی ہے۔

ان ابا حفص بن المغیرۃ طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ الشعیر فسخطتہ فجاءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت لہ ذالک فقال لیس لک علیہ نفقۃ۔ ابوحفص بن مغیرہ نے فاطمہ کو بتہ طلاق دی اور وہ خود کہیں سفر پہ تھے۔ اُن کے وکیل نے اس کے پاس کچھ جَو بھیجے تو وہ ناراض ہوگئی اور نبی علیہ السلام سے آکر بات کی۔ آپؐ نے فرمایا اُن کے ذمہ تیرا کوئی نفقہ نہیں۔

بعض جگہ یہ الفاظ ہیں:۔

انہ طلقھا ثلاثًا فلم یجعل لھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم سکنی ولا نفقۃ ابوحفص نے اسے تین طلاقیں دیں۔ لیکن حضورؐ نے اس کے لیے سکنی اور نفقہ کا حکم نہیں دیا۔

مسند احمد میں بروایت شعبی یوں مروی ہے۔ ان فاطمۃ خاصمت اخا زوجھا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجھا من الدار ومنعھا النفقۃ۔ فقال مالک ولابنت قیس قال یا رسول اللہ ان اخی طلقھا ثلاثا جمیعًا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ کو اس کے دیور نے سکنیٰ اور نفقہ سے محروم کر دیا تو معاملہ حضورؐ کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے اسے کہا بنتِ قیس کے ساتھ تمہارا کیا تنازعہ ہے وہ کہنے لگا جناب میرے بھائی نے اسے تینوں ہی طلاقیں دے دی ہیں (اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں (ج ۲ ص ۳۵۸)

جواب: یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن اس کے دو جواب ہیں:-

اوّل الزامی۔ مندرجہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے نان ونفقہ نہیں ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک تب بھی ضروری ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کے ہاں بھی سکنیٰ لازمی ہے۔ اگر ان سب کے نزدیک یہاں سے استدلال صحیح نہیں۔ تو دوسروں کو دعوتِ استدلال دینے کے کیا معنیٰ؟

دوم۔ اصل بات یہ ہے تین طلاقیں اکٹھی نہیں دی گئی تھیں۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث بہ تفصیل مذکور ہے۔ اس میں الفاظ یہ ہیں۔ فارسل الی امرأتہ بنت قیس بتطلیقۃ کانت بقیت من طلاقہا ۔ اس نے اپنی بیوی بنت قیس کو بقیہ ایک طلاق بھیجی۔ بلکہ ابوداؤد اور مسلم میں اس طرح بھی ہے طلقہا آخر ثلاث تطلیقات۔ اسے تین طلاقوں [illegible] آخری طلاق دی۔ ابوداؤد میں ایک مقام پر یہ بھی ہے۔ فبعث الیہا بتطلیقۃ کانت بقیت لہا۔ اس نے بقیہ ایک عدد طلاق بھیجی۔

ان روایات کی روشنی میں بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ طلاقیں یکبارگی نہیں دی گئی تھیں۔ بلکہ یہ آخری طلاق تھی۔ صحیحین والی حدیث میں طلقہا البتۃ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ ہاں طلقہا ثلاثا جمیعًا سے ضرور شبہ ہوتا ہے لیکن اس میں مجالد ضعیف بھی ہے۔ بالفرض الفاظ صحیح بھی ہوں تو مقصود تاکید ہے نہ یہ کہ آن واحد میں تین طلاقیں قرآن مجید میں اس کی مثال پائی جاتی ہے۔ فرمایا ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعًا۔ اس آیت میں جمیعًا کے معنی اکٹھے نہیں بلکہ "سب" کے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال ۲: عن عائشۃؓ ان رجلاً طلق امراتہ ثلاثا فتزوجت فطلقت فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول؟ قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول (صحیحین) ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ عورت نے دوسری جگہ شادی کر لی۔ وہاں سے بھی (صحبت کیے بغیر) طلاق ہو گئی۔ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ اب یہ پہلے خاوند کے لیے جائز ہے؟ فرمایا جب تک صحبت نہ ہو نہیں۔

یہاں تین طلاقوں کو بتہ قرار دیا گیا ہے جب کہ آپ نے سائل سے یہ دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی کہ آیا مطلق نے طلاقیں اکٹھی دی ہیں یا متفرق طور پر۔

جواب: اس میں کوئی دلیل نہیں کہ وہ طلاقیں اکٹھی اور دفعتہ دی گئی ہوں۔ یہ استدلال بالکل خواہ مخواہ والی بات ہے۔ کیا متفرق طور پر دی گئی طلاقوں کے لیے لفظ ثلاثا کا استعمال نادرست تھا۔ جیسا کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ شخص رفاعہ قرظی تھا۔ اس کے متعلق ایک روایت میں بت طلاقی (بخاری ص۷۹۱) کا لفظ ہے اور بخاری کتاب الادب میں صاف یہ الفاظ مذکور ہیں۔ فطلقھا آخر ثلاث تطلیقات۔

پس اس نے اسے آخری تیسری طلاق دی۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث سے استدلال ہذا کو خارج از امکان قرار دیا ہے (فتح الباری ج ۹ ص۳۱۱)

حضور علیہ السلام نے اس لیے نہ پوچھا کہ ایک جگہ رہتے ہوئے ایک دوسرے کے احوال کا علم ہوتا ہے۔

نکاح رجسٹرار

اسی ضمن میں ایک اور مضحکہ خیز استدلال ملاحظہ ہو مسند امام شافعی ص۹۲ طبع مصر میں حضرت ام سلمہؓ کے ایک مکاتب غلام کے متعلق آتا ہے فطلقھا اثنتین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی روایۃ تطلیقتین - اس کا ترجمہ بھی یار لوگوں نے یوں کیا ہے کہ اس مکاتب نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں اکٹھی اور دفعۃً دے دی تھیں کیونکہ غلام دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت نے اسے فرمایا حُرِّمَتْ علیك حرمت علیك - وہ تجھ پر حرام ہوگئی - وہ تجھ پر حرام ہوگئی -

جواباً عرض ہے روایت میں اکٹھی اور دفعۃً کا کوئی ذکر نہیں - اشارتاً بھی یہ بات معلوم نہیں ہوتی - انہیں نہ جانے کس ذریعہ سے معلوم ہوگیا ہے - شاید یہ اس وقت ڈیوٹی پر موجود تھے اور اس مکاتب نے ہمارے ان مولوی صاحب کو گواہ بنا کر اکٹھی اور دفعۃً دو طلاقیں دی تھیں - حالانکہ الفاظ کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دیں - آخر دیانت بھی کوئی چیز ہوتی ہے - اسے تو طلاق نہ دیجیے -

استدلال ۳ : بخاری مسلم میں ابتداءِ لعان کے متعلق عویمر عجلانی کی حدیث آئی ہے انہوں نے اپنی بیوی سے لعان کرنے کے بعد کہا کذبت علیھا یارسول اللہ ان امسکتھا وطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (باب اللعان ومن طلق بعد اللعان (بخاری) یارسول اللہ اب اگر میں اسے روک رکھوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا میں نے اس کے خلاف جھوٹا الزام لگایا ہے تو اس نے حضور کے حکم دینے سے پہلے ہی اسے تین طلاقیں دے ڈالیں - یہاں سے امام بخاری نے بھی استدلال فرمایا ہے -

جواب : یہ استدلال نہایت کمزور ہے - لعان کی رو سے میاں بیوی کے درمیان ہمیشہ کے لیے علیحدگی ہو ہی جاتی ہے - خواہ بنفس لعان ہو یا بذریعہ تفریق حاکم یہاں تو طلاق کے الفاظ صرف تاکید کی حیثیت رکھتے ہیں -

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب مغنی لابن قدامہ ج ۷ ص ۱۰۳ میں لکھا ہے - اما حدیث المتلاعنین فغیر لازم لان الفرقۃ لم تقع بالطلاق فانھا وقعت بمجرد لعانھما -

لعان والی حدیث سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہاں جدائی نفس لعان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع ہوئی ہے نہ کہ طلاق سے۔

ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں :۔

جائز ان یکون ذلک قبل ان لبین الطلاق للعدۃ ومنع الجمع بین التطلیقات فی طہر واحد فلذلک لم ینکر الشارع صلی اللہ علیہ وسلم وجائز ان تکون الفرقۃ لما کانت مستحقۃ من غیر جہۃ الطلاق لم ینکر علیہ ایقاعہا بالطلاق۔

ہوسکتا ہے یہ طلاق مسنون للعدۃ سے قبل کا واقعہ ہو اور اس وقت کی بات ہو جب ایک طہر میں اکٹھی تین طلاقیں دینا منع نہ ہو۔ اسی لیے حضورؐ بھی خاموش رہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے جب جدائی طلاق کے بغیر ہی واقع ہوگئی تھی تو حضورؐ نے اس کی طلاق کو نظرانداز کردیا ہو۔

شمس الائمہ علامہ سرخسیؒ مبسوط میں فرماتے ہیں :۔

انما ترک الانکار علی العجلانی فی الوقت شفقۃ علیہ لعلمہ انہ لشدۃ الغضب ربما لایقبل قولہ فیکفر فاخر الانکار الی وقت آخر وانکر علیہ فی قولہ فلا سبیل لک علیہا اوکراھۃ ایقاع الثلاث لما فیہ من سد باب التلافی بین المتلاعنین مسند ما داما مصرین علی اللعان والعجلانی کان مصرا علی اللعان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ شفقت عجلانی کی بات پر انکار نہ فرمایا اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ غصہ میں ہے اگر اس نے آپ کی بات نہ مانی تو کافر ہو جائے گا (جیسا کہ نزع کے قریب کسی کو کہہ کر کلمہ پڑھانا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا) پس آپ نے انکار کو مؤخر فرمایا اور بعد میں باقاعدہ آپ کے یہ الفاظ ہیں ”اب تیرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔“ نیز اکٹھی تین طلاق کے وقوع کے ناپسند ہونے کا باعث بلاوجہ تلافی کی راہ کا بند ہو جانا ہے اور لعان کی صورت میں

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلافی والا مسئلہ ہی نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فیض الباری میں فرماتے ہیں:۔

یمکن ان طلقها فی الخارج متفرقا و عبر عنه الراوی ثلاثا اخذ ا بالحاصل ولا بعد فیه۔

ممکن ہے عجلانی نے علاوہ ازیں الگ الگ تین طلاقیں دی ہوں مگر راوی نے قصہ مختصر کے طور پر اکٹھا ثلاثہ (تین) کا لفظ بول دیا ہو۔ اور یہ بات بعید از امکان نہیں۔

یہ سمجھنا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ فوری گرفت نہیں فرمائی لہٰذا اکٹھی طلاقیں جائز ہیں بے سمجھی کی علامت ہے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارتوں سے واضح ہوا یہ موقع نہیں تھا۔ جہاں موقع تھا وہاں آپ نے زبردست گرفت فرمائی جیسے محمود بن لبید کی روایت میں۔ دوسری بات یہ ہے اگر حضورؐ کی خاموشی کو رضا پر محمول کر لیا جائے تو پھر اکٹھی تین طلاقیں بدعت نہ رہیں گی حالانکہ حنفیہ اسے بدعت کہتے ہیں۔ نیز گزارش ہے لعان کے بعد عورت کو طلاق دینا تو ایسے ہی ہے کسی راہ چلتی اجنبیہ کو طلاق دے دی جائے۔ یا ہوائی فائر جتنے مرضی کیے جائیں اس کا اثر ہی کیا ہے۔ اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور اس کا نوٹس لینے کی بھی کیا ضرورت ہے۔

استدلال ۴: عن عبادة بن الصامت قال طلق جدی امرأة له الف تطلیقات فانطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر له ذلك فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اتقی اللہ جدك اما ثلاث فله و اما تسع مائة و سبع و تسعون فعدوان وظلم ان شاء عذبه و ان شاء غفر له (مصنف عبد الرزاق)

عبادہ بن صامت کہتے ہیں میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا آپ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا تیرے دادا نے خدا کا خوف نہیں کیا۔ تین طلاقیں تو اس کے لیے ہیں باقی ۹۹۷ زیادتی اور ظلم ہیں چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے چاہے معاف کرے۔

جواب: اس کے راوی یحییٰ بن علاء عبید اللہ بن الولید الوصافی اور ابراہیم بن عبداللہ سب انتہا درجہ کے ضعیف، اور مجہول ہیں (ذہبی و دارقطنی) نیز سرے سے عبادہؓ کے بزرگوں کا اسلام ثابت ہی نہیں۔

استدلال نمبر ۵: عن علی قال سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا طلق البتۃ فغضب وقال تتخذون آیات اللہ ھزوا ولعبا من طلق البتۃ الزمناہ ثلاثا لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (دارقطنی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق سنا کہ اس نے بتہ طلاق دی ہے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مذاق اور کھیل بناتے ہو جس نے بتہ طلاق دی ہم اسے تین طلاق قرار دیں گے اب وہ اس کے لیے نکاح غیر کے بغیر حلال نہیں ہوگی۔

جواب: اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن امیہ القرشی کو دارقطنی نے ضعیف متروک اور یضع الحدیث کہا ہے۔

دوسرے راوی عثمان بن مطر کے متعلق یحییٰ بن معین نے لا یکتب حدیثہ ابن حبان نے یروی الموضوعات عن الثقات کہا ہے۔

تیسرے راوی عبدالغفور کے بارے میں علامہ محمد طاہر نے یضع الحدیث کہا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ فی اسنادہ مقال و مجاھیل۔

استدلال نمبر ۶: معاذ بن جبل سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من طلق للبدعۃ واحدۃ او اثنتین۔ او ثلاثا الزمناہ بدعتہ (دارقطنی) حضورؐ نے فرمایا جس نے بدعی طریقہ پر ایک، یا دو یا تین طلاقیں دیں وہ ہم پر لازم کر دیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس میں اسماعیل بن امیہ الزراع راوی ہے جسے روایت کے بعد خود دارقطنی نے ضعیف اور منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ ذہبی اور عبدالحق اشبیلی نے بھی ضعیف کہا ہے (تعلیق المغنی)

استدلال ۷: حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی تو آپ کی بیوی عائشہ خثعمیہ نے آپ کو خلافت کی مبارک دی۔ آپ سمجھے شاید اس نے حضرت علیؓ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے مبارک باد دی جا رہی ہے۔ آپ نے اسے تین طلاقیں دے ڈالیں۔ عدت گزرنے پر پچھتائے اور فرمایا۔

لولا انی سمعت جدی اوحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا مبهمة اوثلاثا عند الاقراء لم تحل له حتیٰ تنکح زوجا غیرہ لراجعتها۔ (دارقطنی ج ۲ ص ۴۳۷)

اگر میں نے نانا یا میرے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی بیوی کو اکٹھی یا تین طہروں میں تین طلاقیں دے تو وہ اس کے لیے جائز نہیں یہاں تک وہ کسی غیر سے نکاح کرے تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

جواب: مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی فرماتے ہیں۔

فی اسنادہ عمرو بن شمر الجعفی الکوفی الشیعی قال یحییٰ بن معین لیس بشئ وقال ابن حبان رافضی یشتم الصحابة ویروی الموضوعات وقال البخاری منکر الحدیث (تعلیق المغنی ج ۲ ص ۴۳۷)

اس کی سند میں عمرو بن شمر جعفی کوفی شیعہ ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا یہ کوئی مال نہیں۔ ابن حبان نے کہا یہ رافضی تھا صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا اور موضوعات بیان کرتا تھا امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا۔

عمرو بن شمر نے عمران بن مسلم سے روایت کیا ہے جسے ابو احمد الزبیدی نے "رافضی کا نہ جرو کلب" کہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی میں اس کی ایک دوسری سند کے متعلق ابن قیمؒ لکھتے ہیں :-

واما حدیث سوید بن غفلۃ عن الحسن فمن روایۃ محمد بن حمید الرازی قال ابو زرعۃ الرازی کذاب وقال صالح جزرۃ ما رأیت احزق بالکذب منہ ومن الشاذکونی وسلمۃ بن الفضل قال ابوحاتم منکر الحدیث - (اغاثۃ ج ۱ ص ۳۱۹)

اس میں محمد بن حمید رازی کو ابو زرعہ نے کذاب کہا ہے - صالح کہتے ہیں میں نے محمد بن حمید رازی ، شاذکونی اور سلمہ بن فضل سے زیادہ جھوٹ میں ماہر کسی کو نہیں دیکھا ابوحاتم نے اسے منکر الحدیث کہا ہے -

امام بخاری نے کہا ہے فیہ نظر -

وکذبہ ابو زرعۃ وعن ابن عوسج قال اشہد انہ کذاب قال صالح ما رأیت اجرا علی اللہ منہ کان یاخذ احادیث الناس فیقلب بعضہ بعضاً (میزان)

اسے ابو زرعہ نے کذاب کہا ابن عوسج نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کذاب ہے - صالح نے کہا میں نے اس سے زیادہ خدا پر دلیر کسی کو نہیں دیکھا - لوگوں کی حدیثیں لے کر الٹ پلٹ کر دیا کرتا تھا -

اس سند میں ایک اور راوی سلمۃ بن فضل الابرشی ہے - اسے ابوحاتم نے منکر الحدیث اور ابو زرعہ نے لا اعرفہ کہا ہے (میزان) قال علی خرجنا من الری حتی رمینا بحدیثہ (تہذیب ابن حجر) علی نے کہا ری سے جا کر ہم نے اس کی مرویات کو پھینک دیا -

استدلال ۸ : حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حالت حیض میں طلاق دینے والی حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے انہیں رجوع کا حکم دے کر آئندہ کسی طہر میں طلاق کی اجازت دی تھی - ایک روایت میں آگے یوں آتا ہے -

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقلت یارسول اللہ افرأیت لوانی طلقتھا ثلاثا کان یحل لی ان اراجعھا

قال لا کانت تبین منک وتکون معصیۃ (دار قطنی)

میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میں نے اسے تین طلاقیں دی ہوتیں تو کیا میرے لیے اس سے رجوع جائز تھا؟ فرمایا نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا۔

جواب: یہ ٹکڑا پوری صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ اس کے راوی صرف شعیب بن رزیق ہیں جنہیں محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ انہوں نے اسے عطاء الخراسانی سے روایت کیا ہے۔ وہ بھی امام بخاریؒ، شعبہؒ اور ابن حبانؒ کے نزدیک ضعیف ہیں۔ سعید بن مسیبؒ نے انہیں جھوٹا کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:-

صدوق یھم کثیرا ویرسل ویدلس من الخامسۃ لم یصح ان البخاری اخرج لہ (تقریب)

سچا ہے مگر وہمی بہت۔ ارسال اور تدلیس کرتا ہے۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے صحیح بات یہ ہے کہ بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

نیز یہ روایت اکٹھی تین طلاق کے نفاذ پر نص بھی نہیں۔ طلقتھا ثلاثا سے الگ الگ طلاقیں بھی مراد ہوسکتی ہیں اور معصیت کا تعلق بجائے طلاقِ ثلاثہ کے حالتِ حیض میں طلاق سے یا طلاقِ ثلاثہ کے بعد رجوع سے بھی ہوسکتا ہے۔

حضرت علیؓ کا قول

جاء رجل الی علی رضی اللہ عنہ فقال طلقت امرأتی الفا قال ثلاث تحرمھا واقسم سائرھا بین نسائک (سنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۵ دارقطنی ج ۲ ص ۴۳۳)

ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں فرمایا تین سے وہ حرام ہوگئی بقایا اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کردے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن زنبور کو ابن خزیمہ نے ضعیف اور حاکم نے لیس بالمتین کہا ہے (تعلیق المغنی ج ۲ ص ۱۶)

یہ روایت اگر صحیح ہو تو الفاظ کے تیور بتلا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ناراضگی کا ایک دلچسپ اظہار ہے اگر افسم سائرھا بین نسائک۔ فقط ڈانٹ اور خفگی ہے تو ثلاث نحر سھا کیوں ایسی خفگی نہیں ہو سکتی ہے۔ عمل کرنا ہے تو روایت کے دونوں ٹکڑوں پر کیجیے اور اس کی دیگر بیویوں کو بھی مطلقہ کیجیے بلکہ مجھ ناچیز کی تو یہ رائے ہے جو باقی بچیں (یعنی کم از کم ۹۸۸) وہ بھی کیوں ضائع جانے دی جائیں یہ ان علمائے کرام کی ازدواج پر پڑ جانی چاہئیں جو اس زمانے میں اکٹھی تین طلاق کے نفاذ کا علم سنبھالے ہوئے ہیں کہ اس عائلی خدمت کے صلہ میں انھیں اس قسم کے اعزاز و اکرام کا مستحق ضرور سمجھا جانا چاہیے۔

سب جھوٹ

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:-

ولم ینقل احد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم باسناد مقبول ان احد اطلق امرأتہ ثلاثا بکلمۃ واحدۃ فالزمہ الثلاث بل روی فی ذلک احادیث کلھا کذب باتفاق اہل العلم ولکن جاء فی احادیث صحیحۃ ان فلانا طلق امرأتہ ثلاثا متفرقۃ۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۸۸)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک بھی روایت مروی نہیں کہ کبھی کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں اور آپ نے انھیں تین قرار دیا ہو اس سلسلہ میں جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب بالاجماع جھوٹی ہیں ہاں متعدد صحیح احادیث میں اس طرح آتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیوی کو الگ الگ تین طلاقیں دیں۔

اجماع

کتاب و سنت سے مایوس ہو جانے کے بعد آخری سہارا اجماع رہ جاتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ کہتے ہیں، فیصلہ عمرؓ کے خلاف کسی نے لب کشائی نہیں کی۔ یہ زمانہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا تھا۔ ائمہ اربعہ بھی اسی کے قائل تھے۔ اور اب تک فقہائے اُمت کا یہی مسلک رہا ہے۔ لہٰذا یہی مسئلہ حق ہونا چاہیے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے:۔

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔

میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

ان اهل السنۃ والجماعۃ متفقون علی ان اجماع الصحابۃ حجۃ۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۶)

اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع حجت ہے۔

نیز کلام پاک میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

(النساء ۱۱۵)

اور جو شخص پیغمبر کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس کے لیے حق واضح ہوگیا اور مومنوں کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرے تو ہم اسے کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بڑا ٹھکانا ہے۔

اور پھر مشہور بھی ہے کہ ع زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

صورتِ حال سنگین معلوم ہوتی ہے۔ واقعی اگر کسی مسئلہ کو اس قدر مقبولیت حاصل ہو تو اُسے نہ ماننا بڑی چیز ہے لیکن افسوس یہاں یہ بات نہیں۔ اجماع کی تعریف فقہ کی کتابوں میں یہ کی گئی ہے۔ هو اتفاق مجتهدی الامۃ بعد وفاۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر علی ای امر کان۔ ایک زمانہ میں کسی مسئلہ پر وفاتِ نبوی کے بعد مجتہدین اُمت کا اتفاق کرلینا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اس قسم کے مسائل اجماعی ہونے لگیں۔ تو پھر کوئی مسئلہ بھی اختلافی نہیں رہ جاتا ہم اپنے حق میں اجماع کا دعوےٰ تو نہیں کرتے۔ بہرحال اس میں اختلاف ضرور کیا گیا ہے۔ اور اختلاف کی صورت میں خدا اور رسول کی بات کو ترجیح ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں ہے:-

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔

اگر تمہارا کسی مسئلہ میں تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔

خدا اور رسولؐ کے فیصلہ سے آپ پچھلے صفحات میں آگاہ ہو چکے ہیں۔

حدیث کا وزن

قرآن مجید کی آیت یا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مقابلہ میں ہم کسی اجماع کے قائل نہیں۔ نہ ہی دنیا میں کسی ایسے اجماع کا درحقیقت وجود ہے اپنا اپنا نظریہ ہوتا ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام سے ثابت شدہ حدیث کے مقابلہ میں سارا جہان بھی اکٹھا ہو کر آ جائے تو برکاہ برابر بھی اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں دو فرشتوں نے مجھے ایک آدمی کے ساتھ تولا میرا وزن بڑھ گیا۔ پھر دس آدمیوں کے ساتھ تولا تب بھی میرا وزن بڑھ گیا۔ پھر ہزار آدمیوں کے ساتھ تولا پھر بھی میرا پلڑا جھکا رہا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ساری اُمت کے ساتھ بھی تولو گے تو ان کا وزن زیادہ ہی ہوگا۔ (دارمی بحوالہ مشکوٰۃ)

آپؐ نے فرمایا:-

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین (بخاری ومسلم)

(تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں (اجماع) سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے فرمایا

لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت به (شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو جائے۔

نیز آپؐ نے فرمایا

من احیی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الاجر مثل اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا (ترمذی)

جس نے میرے بعد میری کسی بھی مردہ سنت کو زندہ کیا اسے اس پر عمل کرنے والوں کے برابر پورا پورا ثواب ملے گا۔

لہٰذا بفرض محال، سنتِ ثابتہ کے مقابلہ میں کوئی اجماع ہو بھی تو ہم اسے کالعدم قرار دے دیں گے۔ یہ سوچنا کہ اس فرضی اجماع کے لیے بھی کوئی نص ہوگی محض خوش فہمی ہے۔ خیالی اور موہوم نصوں کے سہارے نہیں جینا چاہیے۔ کوئی صحیح اور صریح نص پیش کرنا چاہیے جسے واقعی دلیل کہا جا سکے۔

ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ سچے ہو تو دلیل لاؤ۔

سوادِ اعظم

صحیح حدیث کو ماننے والے تھوڑے بھی ہوں تو تشویش کی بات نہیں۔ دین کی بنیاد جمہوریت پر نہیں کتاب و سنت پر ہے۔

کَمْ مِنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

(البقرہ۔ ۲۴۹)

اللہ کے حکم سے بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئیں۔

ورنہ آپ کو معلوم ہے آج کل مسائل بدعیہ ماننے والوں کو اپنے سوادِ اعظم ہونے پر کتنا ناز ہے۔ اور قرآن مجید میں علی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (الانعام ۱۱۶)

اور دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں کہ اگر آپ ان کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے ۔ وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض اٹکل پچو چلاتے ہیں ۔

خود غیر مطمئن

معلوم ہونا چاہیے اجماع کی دلیل تیسرے نمبر پر ہے ۔ اول نمبر کتاب اللہ اور پھر سنت رسول اللہ ہے ۔ جو لوگ نام نہاد اجماع ثابت کرنے کے لیے بیسیوں صفحات سیاہ کر ڈالتے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کتاب و سنت سے انہیں کچھ نہیں ملا ۔ اگر کچھ ملا ہے تو اس سے خود ان کا اپنا دل مطمئن نہیں ورنہ ایک تیسرے نمبر کی دلیل کے لیے اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی ۔ قرآن و سنت کے ہوتے ہوئے بغرض استدلال اس مسئلہ میں ہمیں کسی اجماع کی احتیاج نہیں تاہم صرف مخالفین کی تسلی کے لیے تائیداً اتنا عرض ہے کہ

صحابہ کرام رض کے مسلک کے بارے میں آپ اس سے اندازہ لگالیجیے کہ حضرت عمر رض کے ابتدائی دورِ خلافت تک کسی صحابی سے بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ۔ اگر آپ چاہیں تو اسے اجماع سکوتی کہہ سکتے ہیں ۔ حنفیہ کی کتاب مجمع الانہر ص ۳۸۲ میں ہے ۔

واعلم ان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر ثم حکم بوقوع الثلاثۃ لکثرۃ بین الناس تھدیداً ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے زمانہ میں جب کوئی اکٹھی تین طلاقیں دیتا تھا تو ایک ہی قرار دی جاتی تھی پھر کثرت سے ایسا ہونے کی وجہ سے بطور ڈانٹ تین واقع ہو جانے کا فیصلہ صادر کیا جانے لگا ۔

اور طحاوی ص ۱۵۰ میں لکھا ہے :-

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وانہ کان فی العہد الاول اذا ارسل الثلاث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر ثم حکم بوقوع الثلاثۃ سیاسۃ لکثرتہ بین الناس۔

پہلے زمانہ میں تا خلافت عمرؓ جب کوئی اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو ایک قرار دی جاتی۔ پھر لوگوں میں عام ایسا ہونے کی وجہ سے سیاسۃً تین کا حکم جاری کیا جانے لگا۔

بعد ازاں چند صحابہ سے حضرت عمرؓ کی تائید میں کچھ فتاویٰ مروی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔ حضرت عمران بن حصین عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت علیؓ۔ اور حضرت ابن مسعودؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ موخر الذکر تین اصحاب سے دونوں قول مروی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فتوے کی پوزیشن بھی حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی طرح تعزیر اً تھی۔ جیسا کہ گذشتہ بحث میں حضرت ابن عباس کے متعلق مذکور ہوا ہے۔

یہ بھی تو جمہور امت ہیں

جن لوگوں نے اکٹھی تطلیقات ثلاثہ کو ایک قرار دیا ہے ان کی فہرست بہت طویل اور کتب میں بکھری پڑی ہیں۔ تاہم چند ایک کے نام صرف اس لیے درج ذیل کیے جاتے ہیں کہ اب اگر کوئی اس کے مطابق فتوے دے تو اس کی اس حرکت کو اجماع امت کی مخالفت پر محمول نہیں کر لینا چاہیے۔

نیل الاوطار جلد ۶ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

ذہبت طائفۃ من اہل العلم الی ان الطلاق لا یتبع الطلاق بل یقع واحدۃ فقط وقد حکی ذالک صاحب البحر عن ابی موسیٰ و روایۃ عن علی وطاؤس وعطاء وجابر ابن عبد اللہ والہادی و القاسم والباقر والناصر واحمد بن عیسیٰ وعبد اللہ بن موسیٰ و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایۃ عن زید بن علی والیہ ذھب جماعۃ من المتاخرین منھم ابن تیمیہؒ وابن القیمؒ وجماعۃ من المحققین وقد نقلہ ابن المغیث فی کتاب الوثائق عن محمد بن وضاح ونقل الفتوٰی بذالك عن جماعۃ من مشائخ قرطبہ محمد بن تقی ومحمد بن عبد السلام وغیرھما ونقلہ ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس کعطاء وطاؤس وعمر بن دینار وعطاء ابن مغیث ایضًا فی ذالك الکتاب عن علی وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف والزبیر۔

اہل علم کے ایک گروہ کا مسلک ہے کہ پے درپے طلاق نہیں ہوتی بلکہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور یہی بات صاحب البحر نے موسےٰ سے نقل کی ہے۔ اور حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے اور طاؤس، عطاء، جابر بن عبداللہ ہادی قاسم باقر ناصر احمد بن عیسٰی اور عبداللہ بن موسےٰ سے بھی مروی ہے اور زید بن علی سے بھی ایک روایت ہے متاخرین کی ایک جماعت بھی اسی طرف گئی ہے۔ ابن مغیث نے کتاب الوثائق میں ابن وضاح سے بھی چیز نقل کی ہے محمد بن تقی اور محمد بن عبدالسلام وغیرہما جیسے مشائخ قرطبہ سے بھی یہی فتوےٰ منقول ہے۔ ابن منذر نے حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں مثلاً عطاء طاؤس۔ عمرو بن دینار اور عطاء بن مغیث سے بھی یہی ذکر کیا ہے نیز اس سلسلہ میں بھی ابن مسعود۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کا نام بھی لیا ہے۔

امام جعفر صادقؒ بھی اسی کے قائل تھے۔

القول الثانی انہ اذا طلق ثلاثا تقع واحدۃً رجعیۃ وھٰذا ھو المنقول عن بعض الصحابۃ وبہ قال داؤد الظاھری واتباعہ وھو احد القولین لمالك ولبعض اصحاب احمد (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص۷۱ عبد الحئیؒ لکھنوی)

دوسرا قول یہ ہے کہ کوئی شخص تین طلاق دے تو ایک ہی رجعی واقع ہوتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بعض صحابہ سے یہی منقول ہے۔ داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کا بھی خیال ہے۔ امام مالک کا بھی یہی ایک قول ہے۔ بعض حنابلہ بھی یہی کہتے ہیں۔

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری فرماتے ہیں:۔

ثم من ھولاء من قال لو طلقھا ثنتین او ثلاثا لا تقع الا واحدۃ وھذا ھو الانیس واختارہ کثیر من اھل البیت لان النھی یدل علی اشتمال المنھی عنہ علی مفسدۃ راجحۃ والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلک المفسدۃ فی الوجود۔

(تفسیر نیشاپوری علی ھامش ابن جریر ج ۲ ص ۳۶۱)

وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اگر دو یا تین طلاقیں دے تو ایک ہی واقع ہوتی ہے اور یہی بات درست ہے کثیر اہل بیت کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ اس لیے کہ اکٹھی طلاقوں سے جو منع کیا گیا ہے وہ بہت بڑی خرابی کی وجہ سے ہے اس کا قائل ہو جانا اس خرابی کو وجود میں لانے کی ایک کوشش ہے۔

امام بخاری کے معاصر امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں:۔

فذھب قوم الی ان الرجل اذا طلق امرأتہ ثلاثا معا فقد وقعت علیھا واحدۃ (تہذیب الآثار)

ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے تو ایک ہی واقع ہوتی ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

بعض اصحاب مالک بعض اصحاب حنفیہ اور بعض اصحاب احمد بن حنبل کے نزدیک طلاق ثلاثہ ایک کے حکم میں ہے (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۴ تا ص ۳۴) صحابہ و تابعین سے یہی منقول ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۵۱) بلکہ مازری حنفی نے امام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے خود ان کا اپنا ایک قول بھی یہی نقل کیا ہے۔ (معلم)

امام رازیؒ کا مسلک بھی یہی ہے اور فرماتے ہیں:۔

ھو اختیار کثیر من علماء الدین (تفسیر کبیر ج ۲)

بہت سے علمائے دین نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

امام ابن جریرؒ بھی یہی فرماتے ہیں (حوالہ ایضاً)

اسحاق بن راہویہؒ (اغاثہ ص۳۲۴)

فقیہ کوفہ حجاج بن ارطاۃؒ۔ محمد بن اسحاق۔ ابن مقاتل (شرح مسلم نووی ص۴۷۸)

ابراہیم نخعیؒ (عمدۃ القاری)

ابن رشدؒ

مصر کی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ (ج ۴ ص۳۴۳ و ص۳۴۴)

کا مصنف رقمطراز ہے:۔

ولکن الواقع انہ لم یوجد اجماع فقد خالفھم کثیر من المسلمین وصما لاشك ان ابن عباس من المجتھدین الذین علیھم المعول فی الدین فتقلیدہ جائز کما ذکرنا ولا یجب تقلید عمر فیما راٰہ لانہ مجتھد وموافقۃ الاکثرین لاتحتم تقلیدہ علی انہ یجوز ان یکون قد فعل ذلك لتحذیر الناس من ایقاع الطلاق علی وجہ مغایر للسنۃ وبالجملۃ فان الذین قالوا ان الطلاق الثلاث بلفظ واحد لیقع بہ واحدۃ لاثلاث لھم وجہ شدید وھو ان ذلك ھو الواقع فی عھد الرسول وعھد خلیفۃ الاعظم ابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر واجتھاد عمر لعد ذلك خالفہ فیہ غیرہ فیصح تقلید المخالف کما یصح تقلید عمر۔

امر واقع یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع نہیں پایا گیا۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ ان مجتہدین میں سے ہیں جن پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی مسائل میں اعتماد کیا جا سکتا ہے پس ان کی تقلید بھی جائز ہے حضرت عمرؓ کی تقلید ہی ضروری نہیں۔ وہ ایک مجتہد ہی تو تھے اور اکثر لوگوں کی موافقت ان کی تقلید کو لازم نہیں بنا دیتی۔ اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ اقدام لوگوں کو خلافِ سنت طلاق دینے سے روکنے کے لیے کیا ہو...

سو جن لوگوں نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین نہیں بلکہ ایک قرار دیا ہے ان کے پاس اس کی ٹھوس وجہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور عہد عمرؓ کے ابتدائی دو سالوں میں اسی طریق پر عمل ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا اجتہاد تو بعد کی بات ہے جس کی غیروں نے مخالفت کی ہے۔ حضرت عمرؓ کی تقلید اگر جائز ہے تو دوسروں کی تقلید بھی جائز ہے۔

ابوبکر جصاصؒ لکھتے ہیں:۔

فقد ثبت من هولاء الصحابة حظر جمع الثلاث ولا يروى عن احد من الصحابة خلافه فصار اجماعا۔

ان تمام صحابہ کرام سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا عدم نفاذ ثابت ہے اس کا خلاف کسی سے مروی نہیں پس اس پر اجماع ہو گیا۔

نواب صدیق الحسن خاں صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

ہم چنیں ہر صحابی از زمانہ خلافت صدیق تا سہ سال از خلافتِ عمرؓ بر ہمیں بود کہ سہ طلاق یک طلاق است از روئے فتویٰ و اقرار سکوت۔

(مسک الختام ص۲۵۱)

(خلافتِ عمرؓ کے ابتدائی تین سال تک ہر صحابی کا یہی فتوےٰ یہی اقرار اور اسی پر سکوت تھا کہ تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں)

مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں:۔

هذا حال كل صحابي من عهد الصديق الى ثلاث سنين من خلافة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرو وھم یزید ون علی الالف (تعلیق المغنی ص۴۲۴)

اس دوران میں تمام صحابہ کرام کا یہی مسلک تھا ان کی تعداد ہزار سے اوپر ہے۔ بلکہ حضرت عمرؓ کے بعد بھی عبد اللہ بن مسعودؓ جو مدینہ میں مفتی رہے اور عبد اللہ بن عباسؓ جو مکہ میں مفتی رہے ایک طلاق کے حق میں فتوے دیتے رہے اور اس کے مطابق حدیثیں بیان کرتے رہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

مذہب ابن اسحاق (مسند احمد)

حسن بصریؒ کا آخری قول (مصنف عبد الرزاق)

مقاتل الرازی کا مذہب (مازروی کی کتاب العلم لفوائد مسلم)

امام مالک کا ایک قول (تلمسانی مالکی کی کتاب شرح الخلاف)

دس بارہ فقہاء طلیطلہ (ابن مغیث مالکی کی کتاب الوثائق)

محمد بن مقاتل حنفی (طبقہ ثانیہ۔ اغاثۃ اللهفان)

اندلس کے مفتی اصبغ بن الحباب محمد بن تقی محمد بن اسلام الحشنی اور ابن زنباع وغیرہم (ابوالحسن النسفی کی وثائق)

اختصار کے لیے متعدد حوالجات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ورنہ مزید بہت کچھ موجود ہے۔ ان سطور کی روشنی میں آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی مخالفت میں اجماع کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

بھولپن

ان حقائق کے باوصف جو لوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع کی رٹ لگاتے ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت شدہ مسئلے کو شاذ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کتنی بے دردی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کے بھولپن پر قربان جائیے۔ کہتے ہیں ثابت ہی نہیں کہ قرون اولیٰ میں کبھی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا ہو گویا بقول ان کے استغفر اللہ معاذ اللہ حضرت ابن عباسؓ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹ بولا تھا۔ انہیں صحیح مسلم کی حدیث پر اعتبار نہیں۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ۔

پھر کونسی حدیث پر ایمان لائیں گے۔

حدیث شریف کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور تک مسلسل تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا رہا اور اس دوران میں کسی ایک کا انکار ثابت نہیں۔ اس فیصلہ کن حدیث کو پڑھنے کے لیے کسی مخصوص عینک کی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ تقلید کی عینک اتار لینا ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ کے ابتداد کے بعد جو اجماع بیان کیا جاتا ہے وہ بھی اہل علم کے نزدیک محل نظر ہے کیونکہ اُس زمانہ میں نہایت قلیل تعداد صحابہ کرامؓ کی مدینہ شریف میں موجود تھی۔ اکثریت بیرون ملک جہاد پر تھی۔ ظاہر ہے وہ اصحاب سابق اجماع پر ہی رہے اور صحابہ وتابعین وغیرہم من الائمۃ والفقہاء کے جو اقوال اوپر بیان ہوئے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اکثریت کا نام اگر اجماع ہے تو پھر اجماع اِدھر ہے اُدھر نہیں ہے۔

شاذ؟

کیا ان سب کے مذہب کو شاذ ہی کہیے گا۔ اللہ تعالٰی کو حاضر و ناظر جان کر کہیے کیا یہ واقعی ایسے ہی شاذ ہے جیسے مسئلہ انکارِ حدیث؟ جیسے عقیدہ اجرائے نبوت؟ جیسے متعہ؟ یا جیسے بیوی سے لواطت؟ ایک آدھ شخص یا کسی گم کردہ راہ جماعت کے انفرادی مسائل پر مسئلہ ہذا کو کہ جس کی مدد کے لیے قرآن بھی ہے اسوۂ رسولؐ بھی ہے صحابہ وتابعین وغیرہم من الائمۃ کا جم غفیر بھی ہے، قیاس کرکے شاذ کہہ دینا انتہائی ملکی ذہنیت ہے۔

جہلم

اس قدر عظیم الشان اختلاف کے باوجود اگر ان کا اجماع سلامت ہے تو پھر اس کی مثال اس روایتی کہانی کی سی ہے کہ دُور افتادہ مسافر نے نوواردسے اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر کی خیریت پوچھی تو اس نے جواب دیا تمہارے ماں باپ بیوی بچے گھر بار ڈور ڈنگر سب تباہ و برباد ہو گئے باقی سب خیریت ہے ؎

گھر سے خط آیا ہے کل ہو گیا پہلم ان کا
بانیہ لکھتا ہے بیمار کا حال اچھا ہے

حالانکہ اجماع کے متعلق امام شوکانیؒ فرماتے ہیں :-

اگر ایک مجتہد نے بھی اختلاف کیا تو جمہور کے نزدیک اجماع نہ رہے گا۔ (ارشاد الفحول ص۷۱)

اصول فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب نور الانوار ص۲۱۹ میں لکھا ہے والشرط اجماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر۔

شرط سب کا اجماع ہے۔ ایک کا اختلاف بھی اکثر کے اختلاف کی طرح اجماع میں مانع ہے۔

یوسف قرضاویؒ فرماتے ہیں :-

غیر یقینی اجماع ہے اگر ہم کسی دلیل کی بنا پر اختلاف کریں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ فی الواقع اجماع نہیں۔ (فقہ الزکوٰۃ ج ۱ ص۲۶)

کذاب

یہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے خلاف چونکہ کسی صحابی نے کوئی کتنائی یا اختلاف نہیں کیا لہٰذا ان کا اجماع ثابت ہو گیا۔ ظاہر ہے ایسا اجماع اگر ہو بھی تو سکوتی ہی کہلائے گا۔ اس اجماع کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے :-

ویسمی ھذا اجماعا سکوتیا وھو مقبول عندنا وفیہ خلاف للشافعی (نور الانوار ص۲۱۷)

ایسا اجماع سکوتی کہلاتا ہے۔ یہ ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نہیں۔

رہی دوسری قسم یعنی اجماع سکوتی تو ایسا اجماع اعتباری ہے.... جمہور کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک ایسا اجماع حجت نہیں کیونکہ اس بات کو خارج از امکان نہیں قرار دیا جا سکتا کہ یہ صرف چند مجتہدین کی رائے ہو (علم اصول الفقہ ۔ لعبد الوہاب خلاف ص۵۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ نے اجماع کا دعویٰ کرنے کے لیے نہایت محتاط روش اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے ۔ فرمایا ۔

من ادعی الاجماع فھو کذاب لعل الناس قد اختلفوا وما یدریہ و لم ینتہ الیہ فلیقل لا نعلم الناس اختلفوا (ایضاً ص۴۹)

جو اجماع کا دعویٰ کرے وہ بہت جھوٹا ہے ۔ ہو سکتا ہے لوگوں نے اختلاف کیا ہو ۔ مگر اس تک نہ پہنچا ہو ۔ یوں کہنا چاہیے ہمیں کسی سے اختلاف معلوم نہیں ۔

امام شوکانی رح نے ارشاد الفحول ص۶۴ میں بھی امام احمد بن حنبل رح سے اس مفہوم کا قول نقل کیا ہے ۔

پھر یہ اجماع اگر تھا تو اس بات پر تھا کہ یہ تعزیر عمر رض ہے اس بات پر نہیں تھا کہ یہ سنت رسول ہے ۔ صحیح اجماع جو ہوتا ہے اس کی مخالفت انسان کو گنہگار بنا دیتی ہے ۔ پھر اس کا حشر نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا (النساء) کی طرح ہوتا ہے ۔

حافظ ابن قیم رح فرماتے ہیں :-

افتری الجاھل الظالم المعتدی یجعل ھولاء کلھم کفارا مباحۃ دمائھم (اغاثۃ ج ۱ ص۳۲۹)

کیا پس تو دیکھے گا جاہل ظالم حد سے گزرنے والے کو کہ ان سب کو کافر اور واجب القتل قرار دے گا ۔

ذرا سوچ کر اپنے فیصلہ سے آگاہ کیجیے ۔ ٹالنے سے کام نہیں بنے گا یہ تشدد کے مقابلہ میں تشدد غلو کے مقابلہ میں غلو اور سختی کے مقابلہ میں سختی ردِ عمل کا نفسیاتی امر نہیں بلکہ شرعی فیصلہ ہے ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض

بعض لوگ اس بات سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا بعض رافضیوں کا مسئلہ ہے۔

بات یہ ہے ایک مسئلہ کو اگر کچھ ناپسندیدہ لوگ بھی اختیار کرلیں تو اس سے وہ غلط نہیں ہو جاتا۔ ڈاڑھی مصر میں یہود کی اور بھارتی پنجاب میں سکھوں کی علامت ہے تو کیا اب مسلمان اسے رکھنا چھوڑ دیں۔

ایک جن شیطان نے حضرت ابوہریرہؓ کو مشورہ دیا تھا کہ رات کو آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے مال کی حفاظت کرے گا تو حضورؐ نے فرمایا تھا ہے تو وہ جھوٹا مگر مشورہ صحیح دے گیا ہے۔

المرأ یقیس

کبھی کہتے ہیں یہ مسئلہ حقیقت میں کچھ بھی نہ تھا۔ اس کے تن مُردہ میں ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے جان ڈالی ہے۔ المرأ یقیس علیٰ نفسہ۔ یہ بات ان کے لیے تسکین کا باعث ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی بہت مخالفت ہوئی اور انہیں خوب مارا پیٹا بھی گیا۔

علمائے حق

یاد رکھیے علمائے حق نہ مخالفت سے خائف ہو کر باطل کو حق سے بدلتے ہیں نہ مخالفت سے چڑ کر بطور ردِ عمل حق کو باطل سے تبدیل کرتے ہیں۔ وہ ہر حال میں سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ انھیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔ چاہئے کوئی ان کے متعلق کچھ بھی رائے رکھتا پھرے۔ کسے معلوم نہیں خلق قرآن کے مسئلہ پر امام احمد بن حنبلؒ کے خلاف مخالفت کا کتنا بڑا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور طلاق مکرہ کے مسئلہ پر امام مالکؒ پر کیا بیتی تھی۔ کون نہیں جانتا اس وقت اکثریت کدھر تھی اور اقلیت کس طرف تھی۔ حق پر کون تھا اور باطل پر کون تھا یہ الگ بات ہے آج پوری دنیا میں تنہا حنفی مسلک اس مسئلہ میں ان لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہیں جنہوں نے امام مالکؒ کو مارا تھا۔ بروایت عائشہ صدیقہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :۔

لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق (ابوداؤد)

زبردستی کی طلاق ہے نہ آزادی۔

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حنفی لمعات میں صاف اعتراف فرماتے ہیں۔

کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب حدیث کے مطابق ہے مگر ہمارے نزدیک عزل پر قیاس کرکے زبردستی کی طلاق وعتاق واقع ہوجاتی ہے۔

کیا یہ بھی اجماعی مسائل ہیں؟

یہ موضوع چھڑ گیا ہے تو لگے ہاتھوں کچھ اور بھی سن لیجئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔

اللہ اجل : تحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم (ترمذی)

نماز کی ابتدا اللہ اکبر ہے اور اس کی انتہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہے۔

مگر فقہا حنفی یہ فرماتے ہیں

فان قال بدلا من التکبیر اللہ اجل او اعظم او الرحمٰن اکبر اجزاہ عند ابی حنیفہ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ (قدوری ص۲۳)

اگر اللہ اکبر کی بجائے اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر کہہ دے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز ہوجائے گی۔

نیز فرماتے ہیں

تشہد کے بعد گوز مارنا

وان تعمد الحدث فی ھذہ الحالۃ (ای بعد التشھد) او تکلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

او عمل عملا ينافی الصلوٰۃ تمت صلوٰتہ (ایضاً ص۲۹)

اگر تشہد تک پڑھ کر قصداً وضو توڑ دے (یعنی جان بوجھ کر ہوا یا بول و براز وغیرہ خارج کر دے، یا گفتگو کرے یا کوئی نماز کے منافی عمل کرے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

نو پیالے

حرمتِ شراب کا ذکر قرآنِ مجید کے علاوہ حدیث شریف میں بھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کل مسکر حرام (مسلم) ہر نشہ آور نشے حرام ہے۔

نیز فرمایا:۔

ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (ابوداؤد)

جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہے اس کی تھوڑی بھی حرام ہے۔

لیکن تنہا ان کی کتاب ہدایہ "کالقرآن ج ۴" اور شرح وقایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص سیب یا شہد کی شراب اس قدر پیے کہ نشہ نہ ہو تو جائز ہے۔

بلکہ درمختار میں ج ۴ ص۲۱۴ پر لکھا ہے

جس نے شراب کے نو پیالے پیے اور نشہ نہ ہوا پھر دسواں پیالہ پیا تو نشہ ہوا تو دسواں پیالہ حرام ہے پہلے کے نو نہیں۔

بے انصافی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لو سرقت فاطمۃ بنت محمد لقطعت یدھا (بخاری)

اگر فاطمہؓ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں۔

مگر تنہا حنفی یہ فرماتے ہیں:۔

کل شئی صنعہ الامام الذی لیس فوقہ امام من ما یجب بہ الحد کالزنا والسرقۃ وشرب الخمر والقذف لا یوخذ بہ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص۱۵۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم اعلیٰ اگر چوری، زنا، شراب، تہمت جیسے واجب الحد جرائم کا ارتکاب کرے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔

اُجرت پر زنا

زنا کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے مگر تنہا حنفی یہ فرماتے ہیں:۔

استاجر امرأۃ لیزنی بہا او لیطأہا وقال خذی ھذہ الدراھم لاطاک او قال مکنینی بکذا ففعلت لم یحد (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۹)

اُجرت دے کر کسی عورت سے زنا کرے تو اس پر حد نہیں)

نیز لکھا ہے:۔

واذا زنی بامرأۃ ثم قال اشتریتھا لاحد علیہ سواء کانت حرۃ او امۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۱)

کسی عورت سے زنا کر کے کہے میں نے اسے خرید لیا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی اس پر بھی حد نہیں۔

کُتّے کا جھوٹا

ترمذی میں بالکل صحیح روایت آتی ہے:۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یغسل الاناء اذا ولغ فیہ الکلب سبع مرات اولا ھن او اخراھن بالتراب (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُتّا برتن چاٹ جائے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیے۔ پہلی اور آخری دفعہ مٹی کے ساتھ۔

امام شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں:۔

الحدیث یدل علیٰ وجوب الغسلات السبع من ولوغ الکلب والیہ ذھب ابن عباس وعروۃ بن الزبیر ومحمد بن سیرین وطاؤس و عمرو بن دینار والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد بن حنبل و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسحاق والبوثور وابوعبید وداؤد۔

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کتے کے جھوٹے برتن کو سات بار دھونا واجب ہے اور یہی مذہب ہے ان سب ائمہ مذکورین کا۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :۔

وجوب غسل نجاستہ ولوغ الکلب سبع مرات وھذا مذھبنا ومذھب مالک والجماھیر وقال ابوحنیفۃ یکفی غسلہ ثلاث مرات (شرح مسلم ص ۱۳۷)

امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور تمام جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کتا چاٹنے کی نجاست کو سات دفعہ دھونا واجب ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین دفعہ کافی ہے۔

مدت رضاعت

قرآن مجید میں ہے :۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ (بقرہ)

مدتِ رضاعت پوری کرنی ہو تو مائیں اپنے بچوں کو دو سال دودھ پلائیں۔ مگر تنہا حنفی یہ فرماتے ہیں :۔

ومدۃ الرضاع عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ثلاثین اشھر (قدوری ص ۱۵۵)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مدتِ رضاع ڈھائی سال ہے۔

فاتحہ خلف الامام

ترمذی شریف میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

صلی رسول اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرءون وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ ای واللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن یقرأ بھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی آپ پر قرأت بوجھل ہوگئی فارغ ہوکر فرمایا تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو ہم نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ مت پڑھو کیونکہ اسے پڑھے بغیر نماز نہیں۔

اس حدیث کے متعلق امام ترمذیؒ فرماتے ہیں :۔

وقد اختلف اھل العلم فی قرأۃ خلف الامام فرأی اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم القرأۃ خلف الامام وبہ یقول مالک وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق وروی عن عبد اللہ بن المبارک انہ قال انا اقرأ خلف الامام والناس یقرؤن الا قوم من الکوفیین۔

قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ صحابہ تابعینؒ تبع تابعینؒ وغیرہم میں سے اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں امام مالکؒ ابن مبارکؒ۔ شافعیؒ۔ احمدؒ اور اسحاقؒ کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا امام کے پیچھے میں (فاتحہ) پڑھتا ہوں، دنیا بھی پڑھتی ہے سوائے ایک قوم کوفی کے۔

شاذ مذہب

اب یہ لوگ اگر ہمارے کسی مسئلہ کو شاذ کہیں جن کا اپنا سارا مذہب ہی شاذ ہو بلکہ جو خود شاذ ہوں تو حیرانی والی بات ہے۔ ہمیں اتباعِ سنت کا مشورہ دیں ہمیں بتائیں کہ غیر معصوم کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ہمارے سامنے جمہور کی بات کریں۔ ہمیں جمود عصبیت اور تخریب کا طعنہ دیں اور ہمیں اس سے آگاہ کریں کہ مسائل کی بنیاد دلائل و براہین ہوتے ہیں علماء کی لغزشیں نہیں تو تعجب در تعجب ہے۔ یعنی اُلٹے بانس بریلی کو۔ کوئی کمزور مقلد ایسی باتیں کہتا تو انجمن والوں نے کب کا اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد اور مدرسہ سے ہیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا ہوتا انہوں نے کہنا تھا یہ اندر سے غیر مذار ہو گیا ہے۔

سمجھ نہیں آتی اندر دے تقلید جن کی زبان بندی ہو چکی ہو انہیں دلائل و براہین سے تعلق کیسا۔ یعنی انہیں دلائل دینے کی آخر اجازت کس نے دی ہے۔ کیا یہ حدود تقلید سے تجاوز نہیں ہے۔ اس طرح تو تقلید بے بیاری کا مردہ خراب ہو کے رہ جائے گا۔ مسلم الثبوت میں ہے۔ التقليد العمل بقول الغير من غير حجة۔

غیر کی بات پر دلیل کے بغیر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔

عقد الفرید میں ملا حسن شرنبلانی حنفی فرماتے ہیں:۔

حقیقۃ التقلید العمل بقول من ليس قوله احدى الحجج الاربعة الشرعية بلا حجة منها فليس الرجوع الى النبى صلى الله عليه وسلم والاجماع من التقليد لان كلا منها حجة شرعية من الحجج الشرعية۔

اصل میں تقلید کسی ایسے شخص کی بات پر بلا دلیل عمل کرنے کا نام ہے جس کی بات چاروں دلائل شرعیہ میں سے نہ ہو نبی علیہ السلام یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں دلائل شرعیہ میں سے ہیں۔

اس لیے ہمارے ان دوستوں کو کتاب وسنت یا اجماع کی نہیں تقلید کی بات کرنا چاہیے جس کے لیے وہ درحقیقت اتنے مجبور ہیں اور جو ان کی اصل کمزوری ہے۔

میں دعوی سے کہتا ہوں ان کے پیش کردہ سب دلائل یہی ہوتے مگر امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نہ ہوتا تو کبھی ان کا یہ مذہب نہ ہوتا۔

تقلید کی روک

مسئلہ کی صحت پر جو ممکن دلائل ہو سکتے ہیں کافی حد تک پیش کر دیے ہیں اب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں ایک مسئلہ کو اس لیے تسلیم نہ کرنا کہ چند آئمہ کا فتوی اس سے مختلف ہے تقلید کی نہایت شنیع مثال ہے کم از کم ایک پڑھے لکھے آدمی سے اس کی توقع نہیں ہونا چاہیے۔

تقلید ایک بھیانک جرم

مگر کیا کیا جائے تقلید جامد بندگان خدا کو کہیں کا نہیں چھوڑتی عام مقلدین بے خبر ہیں وہ اپنے بزرگوں کی دیکھا دیکھی شاید اس طوقِ غلامی کو اپنے لیے سعادت خیال کرتے ہوں گے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ شریعت کی دنیا میں یہ وہ بھیانک جرم ہے جس کے تصور سے بھی روح کانپ جاتی ہے۔

حدیث منسوخ

مثلاً ابوالحسن کرخیؒ حنفی فرماتے ہیں:۔

ان کل خبر یجیئ بخلاف قول اصحابنا فانہ یحمل علی النسخ او علیٰ انہ معارض بمثلہ ثم صار الی دلیل آخر او ترجیح فیہ بما یحتج بہ اصحابنا من وجوہ الترجیح او یحمل علی التوفیق (اصول کرخی اصول ۲۹)

بے شک ہر اس حدیث کو جو ہمارے فقہاء حنفیہ کے خلاف ہو گی منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے پھر کسی اور دلیل کا تصور کیا جائے گا پھر بعض وجوہ کی بنا پر اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جو حدیث کہ ہمارے اصحاب کی دلیل ہے یا تطبیق کی کوئی صورت پیدا کی جائے گی۔

آیت منسوخ

بلکہ فرماتے ہیں۔ ان کل آیۃ تخالف قول اصحابنا فانھا تحمل علی النسخ او علی الترجیح والاولی ان تحمل علی التاویل من جھۃ التوفیق (اصول کرخی اصول ۲۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہو گی اسے منسوخ یا مرجوح قرار دیا جائے گا یا تاویل کر کے دونوں میں تطبیق کی شکل پیدا کر لی جائے گی۔

غیر فقیہ صحابہ

نور الانوار میں لکھا ہے:۔

والراوی ان عرف بالفقہ والتقدم فی الاجتھاد کالخلفاء الراشدین والعبادلۃ کان حدیثہ حجۃ یترک بہ القیاس خلافا لمالک وان عرف بالعدالۃ والضبط دون الفقہ کانس وابی ھریرۃ ان وافق حدیثہ القیاس عمل بہ وان خالفہ لم یترک الا لضرورۃ۔

اور راوی اگر فقہ و اجتہاد میں معروف ہو جیسے خلفاء راشدینؓ اور عبادلہؓ تو اس کی حدیث حجت ہو گی اس کے مقابلے میں (مالکی مسلک کے برعکس) قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اگر وہ عدالت اور ضبط میں معروف ہو مگر فقہ میں معروف نہ ہو جیسے حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ تو اس کی حدیث اگر قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کر لیا جائے گا۔ اور اگر مخالف ہو تو قیاس کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

نکتہ

اور اس کی شرح قمر الاقمار میں ہے: وھی انہ لو عمل بالحدیث لانسد باب الرائی من کل وجہ فیکون مخالفا لقولہ فاعتبروا یا اولی الابصار وھذا لیس ازدراء بابی ھریرۃ واستخفافا بہ معاذ اللہ منہ بل بیانا لنکتۃ فی ھذا المقام۔

وجہ یہ ہے اگر حدیث پر عمل کر لیا جائے تو رائے کا پھاٹک بالکل بند ہو جاتا ہے اور قرآن کی اس آیت کی خلاف ورزی ہو گی جس کا ترجمہ یہ ہے اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ اس سے خدانخواستہ ابو ہریرہؓ کی توہین و تذلیل مقصود نہیں بلکہ ایک نکتہ بیان کرنا مقصود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سہ
خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سربگریباں ہے کہ اسے کیا کہیے

حیلے

شیخ عزالدین بن سلامؒ فرماتے ہیں :۔ ومن العجب العجیب ان الفقہاء المقلدین یقف احدھم علی ضعف ماخذ امامہ بحیث لا یجد لضعفہ مدفعا وھو مع ذلک یقلدہ فیہ ویترک من شھد الکتاب والسنۃ والاقیسۃ الصحیحۃ لمذھبھم جمودا علی تقلید امامہ بل یتحیل لدفع ظاھر الکتاب والسنۃ ویتاولھا بالتاویلات البعیدۃ الباطلۃ نضالا عن مقلدہ (حجۃ اللہ البالغہ)

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ مقلد فقیہوں کو اپنے امام کی دلیل کی کمزوری کا علم ہوتا ہے اور وہ کمزوری کسی طریق سے رفع بھی نہیں ہو سکتی تاہم وہ اپنے امام کی تقلید پر اڑے رہتے ہیں ۔ تقلید جامد کی وجہ سے نہ صرف اس شخص کی بات کو رد کر دیتے ہیں جس کی بات کتاب وسنت اور قیاس صحیح کے مطابق ہوتی ہے بلکہ کتاب و سنت کے واضح دلائل کو مسترد کرنے کے لیے حیلے تلاش کرتے ہیں اور اپنے امام کی بات رکھنے کے لیے انہیں دُور از کار اور غلط تاویلوں کا نشانہ بناتے ہیں ۔

جہل

مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی فرماتے ہیں :۔ قد تعصبوا اشدیدا والتزموا بما فی الفتاوی التزاما شدیدا وان وجدوا حدیثا صحیحا او اثرا صریحا علی خلافہ وزعموا انہ لو کان ھذا الحدیث صحیحا لاخذ صاحب المذھب ولم یحکم بخلافہ وھذا جھل منھم (النافع الکبیر ص۱۳۵)

کچھ حنفیہ انتہائی متعصب واقع ہوئے ہیں اپنے فتاوی پر سختی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کاربند ہیں اگرچہ انہیں اس کے خلاف صحیح حدیث یا صریح اثر کیوں نہ مل جائے وہ کہتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو صاحب مذہب ضرور اسے اختیار کرتے اور اس کے خلاف فتوے نہ دیتے یہ ان کی جہالت ہے۔

نمونہ یہود

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :۔ اگر نمونہ یہود خواہی بینی علماء سو کہ طالب دنیا باشند و خوگرفتۂ تقلید سلف و معرض از کتاب و سنت و تعمق و تشدد و باستحسان عالمے را مستند ساختہ از کلام شارع معصوم بے پرواہ شدہ باشند و احادیث موضوعہ و تالیفات فاسدہ را مقتدائے خود ساختہ باشند تماشا کن کانہم ہم (فوز الکبیر)

یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہو تو علماء سو کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب ہیں سلف کی تقلید کے عادی ہیں کتاب و سنت سے منہ موڑنے والے ہیں اپنے عالم کے اقوال کو مستند سمجھنے والے احادیث پیغمبر معصوم کو نظر انداز کرنے والے موضوع روایتوں اور واہیات کتابوں کو اپنا پیشوا بنانے والے ہیں۔ انھیں دیکھ لو یہ گویا وہی ہیں۔

تقلید کی طرف میلان کا باعث فقط ایک غلط فہمی ہے۔ ہمیں اجتہاد کے بعد تقلید ہی ایسا موقف نظر آتا ہے جہاں ہم کھڑے ہو سکیں۔ یعنی اگر تحقیق مسائل اور اجتہاد کی خود اہلیت نہ ہو تو کسی ایک کا دامن پکڑ لینے ہی میں نجات سمجھ لیتے ہیں۔

یہ بات تب ذہن میں آتی ہے اگر اجتہاد اور تقلید کے درمیان کوئی راہ نہ ہو کیا آپ کا خیال ہے سب اہلحدیث اجتہاد ہی کا دعوےٰ کیے ہوئے ہیں۔ نہیں بلکہ ان کا مسلک یہ ہے جو وقت فقہ فقہاء کے انہماک میں خرچ کیا جاتا ہے۔ اُسے براہ راست کتاب و سنت کے مطالعہ میں صرف کیا جائے اور ذہن میں کسی فرد بلشر کو ترجیح دیے بغیر یہ دیکھا جائے کہ کونسا مسئلہ قرآن و سنت کی روشنی میں راجح ہے اور اگر کوئی خود پڑھا لکھا نہیں یا دینیات سے کماحقہ واقفیت نہیں رکھتا۔ تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے چاہیے وہ بھی اسی نظریہ کے تحت اہل علم سے مسئلہ پوچھے۔ کم از کم میں نہیں سمجھتا اس طرز فکر میں کیا خامی ہے اور کونسا خطرہ ہماری دینی سلامتی کو اس راہ میں لاحق ہو جاتا ہے کیا اہل تقلید یہ سمجھتے ہیں کہ تحقیق پسند اب تک ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ بندہ کو تو معاملہ کچھ برعکس ہی نظر آتا ہے مسئلہ زیر بحث ہی کو لیجیے۔ متعدد ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ایک حنفی العقیدہ آدمی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دے کر پچھتاتا ہے اور اپنے علماء سے فتوے پوچھتا ہے تو وہ خود اسے مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو حلالہ کیے بغیر چارہ نہیں اہلحدیث علماء کے پاس جاؤ اُن کے ہاں رجوع کی گنجائش ہے۔ سوال یہ ہے اگر واقعی ایسے تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں تو کیا یہ مشورۂ زنا نہیں۔ ورنہ بتائیے اس مسئلہ کو مان لینے میں کیا حرج ہے؟

مولانا عبدالحئی صاحب حنفی لکھنوی کا ایک فتوے ملاحظہ فرمائیے:۔

سوال: زید نے اپنی عورت کو حالتِ غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا۔ میں نے طلاق دیا۔ میں نے طلاق دیا۔ پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں۔ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں نہ واقع ہوتی ہوں۔ تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورتِ خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

ھوالمصوب: اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل (حلالہ کرانا) کے نکاح دُرست نہ ہوگا مگر لوقتِ ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو۔ اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے تو کچھ مضائقہ نہیں نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقودہ وعدۃ ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورۃ قولِ امام مالکؒ پر عمل کرنے کو دُرست رکھتے ہیں چنانچہ ردالمحتار (شامی) میں مفصلاً موجود ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کرکے اس کے فتوے پر عمل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فتاویٰ ص۶۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شبہ کا جواب

کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ حضرت مولانا کو شاید شافعی مسلک معلوم نہ تھا کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ یہ آپ نے سائل کے استفسار کے مطابق جواب دیا ہے۔ یعنی اگر بالفرض شافعی مذہب میں نہ واقع ہوں تو آیا اس صورت میں ان کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے یا نہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ نیز فتوے میں آپ نے امام شافعیؒ یا مذہب شافعی نہیں کہا بلکہ عالم شافعی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ضروری تو نہیں ہر عالم ہر مسئلہ میں اپنے امام کا مقلد ہی ہو وہ اگر سمجھ دار ہو تو حقیقت حال منکشف ہو جانے کے بعد اپنے امام سے اختلاف رائے بھی کر سکتا ہے جیسے خود مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ کی اپنی ذات گرامی بلکہ اب مصر کے حنفی و شافعی علماء اور وہاں کی عدالتیں بھی۔

مجموعہ فتاویٰ ج ۱ صفحہ ۴۹۳ تا صفحہ ۴۹۵ میں مولانا کا اس کے برعکس فتویٰ مذکور ہے۔ مگر اس میں زیادہ تر بزرگوں کا مسلک بیان کیا ہے۔ ذاتی رائے کا اظہار آپ نے اسی فتوے میں کیا ہے۔ ترجیح اور اولیت اسی کو دی ہے کہ اندریں صورت مخالف کے مسلک پر عمل کیا جا سکتا ہے اور یہاں بیان کرنا بھی یہی مقصود ہے۔ چنانچہ آپ نے باقاعدہ مثالیں اور حوالے دے کر سمجھایا کہ عندالضرورۃ اوروں کے فتویٰ پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

التزام مذہب

جیسے علامہ ابن ہمامؒ حنفی فرماتے ہیں: فلو التزم مذهبا معينا كابي حنيفة والشافعي فهل يلزم الاستمرار عليه فلا يعدل عنه في مسئلة من المسائل فقيل يلزم لانه بالتزامه يعد ملزما به كما لو التزم مذهبه في حادثة معينة ولانه اعتقد ان المذهب الذي انتسب اليه هو الحق فعليه الوفاء بموجب اعتقاده وقيل لا يلزم وهو الاصح (التقرير والتحبير شرح كتاب التحرير ج ۳ صفحہ ۳۵۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی شخص کسی خاص مسلک کا پیرو ہو مثلاً وہ حنفی یا شافعی ہو تو کیا اس کے لیے اس پر قائم رہنا لازم ہے کہ کسی مسئلہ میں اِدھر اُدھر نہ ہٹ سکے ایک قول یہ ہے کہ لازم ہے۔ کیونکہ ایک مسلک کو اختیار کر لینے کے بعد وہ اس کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو کے رہ جاتا ہے گویا اس نے اس کے ہر ہر مسئلہ سے وابستگی اختیار کر لی ہے اور اس لیے بھی کہ اس نے اسی مذہب کو حق جان کر قبول کیا ہے لہٰذا اپنے اعتقاد کے بموجب اس پر وفا لازم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں تقلید لازمی نہیں ہوتی اور یہی بات صحیح تر ہے۔

عدۃ ممتدۃ الطہر

قال القہستانی لوافتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ لا باس بہ عند الضرورۃ علی ما اظن وقلت نظیر ھذہ المسئلۃ عدۃ ممتدۃ الطھر التی بلغت برؤیۃ الدم ثلاثۃ ایام ثم امتد طھرھا فانھا تبقی فی العدۃ الی ان تحیض ثلاث حیض وعند مالک عدتھا تنقضی مدتھا بتسعۃ اشھر وقد قال فی البزازیۃ الفتوٰی فی زماننا علی قول مالک (شامی ج ۳ ص ۳۶۲)

قہستانی رح فرماتے ہیں میری رائے کے مطابق بوقت ضرورت امام مالک رح کے قول پر فتوے دینے میں کوئی حرج نہیں۔ میں کہتا ہوں اس مسئلہ کی مثال ممتدۃ الطہر کی عدت ہے جسے شروع میں تین روز حیض آیا پھر مسلسل طہر رہا اب (حنفیہ کے نزدیک) جب تک اسے تین حیض نہ آئیں اس کی عدت ختم نہ ہوگی اور امام مالک کے نزدیک ایسی عورت کی میعاد نو ماہ میں پوری ہوگی۔ بزازیہ میں ہے کہ آج فتوے امام مالک رح کے قول پر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلالہ اور اس کی شرعی حیثیت

منشائے ایزدی کے مطابق بتدریج طلاق دی جائے تو بینونت مغلظہ کے بعد شاذ ہی حلالہ کی ضرورت پیدا ہو سکتی ہے ۔ کیونکہ طلاق دینے والا تین مرتبہ سوچ سمجھ کر طلاق دے چکا ہوتا ہے لیکن اگر فوراً ہی تین طلاق نافذ سمجھی جائیں تو حلالہ کے ہر روز مواقع پیدا ہو سکتے ہیں اور حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا یا کرانا باتفاق اُمت حرام ہے تمام آئمہ اسلام اسے ناجائز سمجھتے ہیں ۔ فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں گو حلالہ جائز تو نہیں لیکن اس ناجائز نکاح کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی (ہدایہ ج ۱ ص۳۷۶)

گویا حنفیہ کے نزدیک حلالہ ایک حیلہ ہے جو ناجائز ہونے کے باوجود پہلے خاوند کے لیے رجوع کی گنجائش کا سبب بن جاتا ہے اور ایک حرام راہ سے یہ نکاح فقہ حنفی میں دُرست ہو سکتا ہے ۔

فہم کا اُلٹا پن ملاحظہ ہو عورت جس (اصل شوہر) کے لیے حلال تھی اس کے لیے حرام کر دی اور جس (محلل) کے لیے حرام تھی اس کے لیے حلال کر دی ۔
جس طرح اگر کوئی شخص ایک جھوٹ بولے تو اسے نباہنے کے لیے اسے سو جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اور بہت ذلیل ہونا پڑتا ہے ۔ یہی حال ہمارے حنفی بھائیوں کا طلاق ثلاثہ کی وجہ سے حلالہ کے مسئلہ میں ہوا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی وابی) کا ارشاد ہے :۔
لعن اللہ المحلل والمحلل لہ الحدیث (ابن ماجہ)
حلالہ کے تمام متعلقین پر خدائے تعالیٰ کی لعنت ہے ۔
اسی لیے تنہا امام ابو حنیفہؒ کو چھوڑ کر باقی تینوں ائمہ مع ائمہ حدیث اسے ناجائز موجب لعنت اور غیر مؤثر خیال کرتے ہیں ۔ ان سب کا مسلک یہ ہے کہ اس باطل نکاح سے عورت اس خاوند کے لیے ہی حلال ہے نہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو سکتی ہے ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلت کے لیے قرآن حکیم نے حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ فرمایا ہے جس کا مطلب بجز صحیح شرعی نکاح ہی ہو سکتا ہے۔ یہ بلیک میلنگ کا نکاح جو خود شرعاً حرام اور لعنت کا موجب ہے دوسرے کے لیے اسے کیسے حلال کر دے گا۔ فقہائے حنفیہ کا یہ بڑا ہی غیر فقہی مسئلہ ہے جو محض فقہی جمود کے سایہ میں چل سکتا ہے۔ عقل مند اور غیرت مند دنیا۔ شریف خاندان عفت مآب عورت اور عفیف خاوند کی غیرت اسے کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔ نہ ہی اسلام ایسا غیرت مند مذہب اس کی اجازت دے سکتا ہے۔

مگر جن کا مذہب ہی شاذ اور بے غیرتی پر مبنی ہو ان سے اس کے علاوہ توقع بھی کیا رکھی جا سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی میں محلل کو تیس مستعار (یعنی کرایہ کے سانڈ) سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ انسانی غیرت کے لیے مہمیز ہے اور حرام کار لوگوں کے لیے چیلنج۔ ابن ابی شیبہ و دیگر چند کتب میں حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے:۔

لا اوتی بمحلل ولا محلل له الا رجمتهما۔

میرے پاس حلالہ کا کیس لایا جائے گا تو میں حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر زنا کی حد لگاؤں گا۔

غیرت مندی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ابن عمرؓ سے حلالہ کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا ذالك السفاح یہ زنا ہے (عبدالرزاق) ابن عباسؓ، عثمانؓ۔ علیؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

شیخ محمد شلتوتؒ فرماتے ہیں۔

زواج المحلل حرام بالجماعة الصحابة (الفتاوی للشیخ محمد شلتوت ص۳۵۱)

حلالہ کا نکاح باجماع صحابہؓ حرام ہے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

ان نکاح التحلیل شر من المتعة واشد فسادا وعارا (ایضاً)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلالہ کا نکاح متعہ سے بھی بدتر اور زیادہ خرابی و بے حیائی کا باعث ہے۔

فقہ حنفیہ کا مروجہ ذخیرہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اجتہادات نہیں بلکہ مختلف الخیال حنفی علماء (جن میں عقیدۃً معتزلہ، جہمیہ، مرجیہ اور شیعہ بھی شامل ہیں) کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شیخ ابوعلی سینا جیسے باطنی شیعہ عہدہ قضا پر فائز رہے اور بحیثیت حنفی فتوے دیتے رہے۔ فقہ حنفی کچھ اسی قسم کی علمی کوششوں کا مرقع ہے کلی طور پر اس کی نسبت امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف درست نہیں۔ حضرت امام صاحبؒ ایسے متقی اور پرہیزگار آدمی سے ایسے مسائل کی توقع نہیں۔ ان کی نسبت آپؒ کی طرف عقلاً ناممکن معلوم ہوتی ہے تفصیل کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے رسالہ تحلیل کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں یا الگ الگ یہ مرد کی غلطی ہے جس کے ازالہ کے لیے وہ رجوع پر آمادہ ہوتا ہے۔ اور جائز یا ناجائز حیلے تلاش کرتا ہے لہٰذا اس غلطی کی سزا بھی مرد کو ملنا چاہیے۔ اگر فقہاء حنفیہ تھوڑا بہت تفقہ سے کام لیں تو خاوند کے لیے کوئی سزا تجویز ہونا چاہیے۔ اسے جرمانہ کیا جائے۔ یا دُرّے وغیرہ لگائے جائیں۔ اگر جنسی سزا دینا ہی منظور ہو تو کوئی ایسا فقہی حیلہ پیدا فرمائیں۔ جس سے مرد کو کوئی جنسی سزا از قسم حلالہ ملے اور فقہاء کو چاہیے اس کے لیے کوئی حیلہ نکالیں۔ مرد کے گناہ کی سزا عورت بھگتے وہ بے غیرت بنے اور غیر مردوں کے بستر کی زینت بننے کے لیے اپنے ستر کو اُن کے سامنے پیش کرتی پھرے۔ آخر کیوں ؟ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔

حلالہ تک نوبت اسی غلط طریق پر طلاق دینے سے پہنچتی ہے جب تک طلاق سنت کے مطابق رہی کسی حلالہ کی مثال نہیں ملتی۔

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:—

ونکاح التحلیل لم یکن ظاھراً علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائہ ولم ینقل قط ان امراۃ اعیدت لعد الطلقۃ الثلاثۃ علی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عهد هم الی زوجها بنکاح تحلیل (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳ ص ۲۲)

حلالہ کا نکاح نبی علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ظاہر نہیں تھا اور اس عہد میں کوئی عورت تیسری طلاق کے بعد حلالہ کے نکاح کے ساتھ شوہر کی طرف لوٹی ہو ایسا کوئی واقعہ منقول نہیں ہے۔

یہ سامان لطف اندوزی اس وقت پیدا ہوا جب اکٹھی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا جانے لگا اور بعد ابواب الحیل کھلنے لگے اتنے بڑے بڑے فقہی مذہب کے ارباب بست و کشاد نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اس ذلیل حرکت کے بعد عورت کے اخلاق پر کیا اثر پڑے گا۔ اس فقہی حادثہ کے بعد بیسیوں واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ عورت ہمیشہ کے لیے اخلاق باختہ ہو کر رہ گئی اور اس کی حیا و عفت کا آبگینہ ہمیشہ کے لیے چور ہو گیا۔ اب تو بحمد اللہ حنفیت کا یہ سہی شاہکار عملاً ختم ہو چکا ہے۔ اب اس کا تذکرہ ذرا جھجک سے ہی کیا جاتا ہے ورنہ ایک زمانہ قبل پیشہ ور حلالہ کرنے والے پیدا ہو گئے تھے۔ جو اپنے آپ کو زوجین کا محسن سمجھتے تھے (اور یہ وہ عدد نہ ربا ہوتا تھا) مساجد کے ساتھ ایک کمرہ بطور حلالہ گاہ رکھا جاتا اور ایک مستقل آدمی اس میں رسمی تحلیل کے لیے رکھا جاتا تھا تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بے حیائی کے علاوہ خیال فرمائیے کرایہ کے سانڈ یعنی محلل کے پاس رات گزارنے کے بعد میاں بیوی میں محبت کی پاکیزگی باقی رہ سکتی ہے؟ اور یہ کس قدر تعصب کی بات ہے کہ بیک وقت دی ہوئی طلقات ثلاثہ کو (جو ایک اختلافی مسئلہ ہے) ایک رجعی طلاق اس لیے نہ مانا جائے کہ چند مخصوص آئمہ نے ایسا فتوے نہیں دیا ہے۔ اور نتیجۃً اس پر مترتب ہونے والی بے غیرتی یعنی مسئلہ حلالہ کو مؤثر مان لیا جائے۔ حالانکہ وہ اتفاقی طور پر حرام ہے بلکہ جسے زنا بھی کہا گیا ہے۔ وان تعجب فعجب قولھم۔

حلالہ کے لیے حیلہ تراشی کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار مصری ج ۲ ص ۵۸۱ میں مرقوم ہے۔ ایک لطیف حیلہ (حلالہ کے لیے) یہ ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح کرنے والا کہے اگر میں تجھ سے نکاح کر کے مجامعت کروں تو تجھے طلاق بائن ہے ۔ ذرا سوچیے شریعت میں ایسے نکاح کے لیے وجہ جواز مل سکتی ہے ۔ اور آیا یہ طلاق بھی صحیح ہے شرح السنہ میں حدیث ہے :۔

لا طلاق قبل نکاح ۔ قبل از نکاح کوئی طلاق نہیں ۔

یہ ساری پریشانی اور فساد اسی لیے ہے کہ طلاق ثلاثہ کے معاملہ میں ٹھوکر کھائی گئی ہے ۔ وہ عقل ماتم کیے جانے کے قابل ہے جو زنا کو قبول کرتی ہے ۔ اور بوجہ ضد صحیح بات قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسعتِ ظرفی

ہمارے بھائی کسی مسئلہ میں اپنے ائمہ سے اختلاف کرلیں گے تو کوئی گناہ نہیں لازم آئے گا۔ وہ شارع نہیں تھے۔ مجتہد ہی تھے۔ اور یہ مانا ہوا مقولہ ہے المجتہد یخطی و یصیب۔ مجتہد سے غلطی اور صواب دونوں کا امکان ہے۔ صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ جیسے تابعدار شاگرد اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ سے دو تہائی مسائل میں اختلاف کر سکتے ہیں تو اب اسے کیونکر گستاخی کہا جانے لگا ہے یہ ایک غلط فہمی ہے جو پھیلا دی گئی ہے کہ حق مذاہب اربعہ میں محصور ہے اور اس سے باہر نکلنا جرم ہے۔ سوال یہ ہے اگر حق ایک مسلک میں محدود ہے تو کئی مسائل میں دوسرے آئمہ کی پیروی کیوں روا رکھی جاتی ہے اور اگر حق مذاہب اربعہ میں محدود ہے۔ تو ایک کی پابندی کس لیے اور اگر مذاہب ثلاثہ ناکافی ہیں تو اربعہ کے کافی ہونے کی کیا دلیل ہے۔ اور اس میں دیگر آئمہ کے لیے کیوں گنجائش نہیں؟

یہ مفروضہ قطعاً بے بنیاد ہے۔ متاخرین احناف نے مسئلہ تحلیف شہود میں آئمہ اربعہ کے متفقہ مذہب کے خلاف قاضی ابن ابی لیلیٰ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے دیکھیے اشباہ و نظائر ص ۱۶۰)

مسئلہ زیر بحث کو لیجیے۔ کہ چاروں آئمہ طلاق واقع ہو جانے کے قائل ہیں اسے یقیناً حق ہونا چاہیے تھا۔ لیکن کئی ایک صحابہ کرام اس صورت میں صرف ایک کا وقوع مانتے ہیں۔ کیا وہ سب ناحق تھے؟

رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب کے متعلق بخاری شریف میں روایت موجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر ائمہ اربعہ کا مسلک اس کے مطابق نہیں ہے۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں تقلید جامد ہمارے لیے اچھا زیور نہیں ہے جتنی جلدی ہو سکے۔اس جوئے کو اتار پھینکنا چاہیے۔اس نے ان گنت صلاحیتوں کو اُبھرنے سے روک دیا ہے۔پہلے لوگ تقلید کے معاملہ میں اتنے متشدد نہیں ہوا کرتے تھے ردالمختار جلد ا ص۵ پر لکھا ہے:۔

"تقلید سے آفت پڑتی ہے۔" اور ص۱۸۷ پر لکھا ہے۔" اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید میں مضائقہ نہیں۔"

شافعی مسلک کی تقلید

مثلاً مولانا عبدالحئی لکھنوی جبری طلاق کے متعلق فرماتے ہیں ضرورت شدید کے وقت امام شافعی کے مذہب کی تقلید درست ہے۔ (مجموعہ فتاوی ص۲۲)

سینچری

• علامہ شامی نے ایک رسالہ لکھا تھا نشر الحرف فی بعض الاحکام علی العرف۔ جو ۱۹۰۱ء میں دمشق میں شائع ہوا۔اس میں انہوں نے سو کے قریب ایسی مثالیں نقل کی ہیں جن میں عرف و مصلحت کا لحاظ رکھتے ہوئے متاخرین نے متقدمین کے خلاف فتوے دیے ہیں۔

متقدمین و متاخرین

ہدایہ کی عبارت ہے: لو ان الامام انتقل الی آیۃ اخری تفسد صلوٰۃ الفاتح وتفسد صلوٰۃ الامام لو اخذ بقولہ۔ (ہدایہ ج ا ص۱۱۴)

اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اگر اس کا لقمہ قبول کرلے۔

والصحیح انہ لا تفسد صلوٰۃ المقتدی ولا صلوٰۃ الامام۔

صحیح بات یہ ہے نہ مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ امام کی حنفی مسلک میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعلیم قرآن پر اجرت پہلے ناجائز تھی اب جواز کا فتویٰ ہے۔ عیدالفطر کے موقع پر تکبیرات پہلے نہیں تھیں اب ہیں۔ غائبانہ نماز جنازہ کے خلاف بڑی کتابیں لکھی گئیں مگر اب سب پڑھتا ہے۔ جمعہ فی القری پہلے ممنوع تھا اس پر بڑی لے دے ہوتی رہی۔ اب بالکل جائز ہے۔ جمعہ و جماعت کے لیے عورتوں کا مساجد میں آنا پہلے ناجائز تھا۔ اب یہ بھی جائز ہو رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

الحمد للہ

الغرض یہ بڑی خوشی کی بات ہے حنفیہ جوں جوں سیانے ہوتے جا رہے ہیں اور جیسے جیسے بات ان کی سمجھ میں آ رہی ہے یہ انتہائی فراخدلی اور وسعت ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے بتدریج اپنے مسائل سے دست بردار ہوتے چلے جا رہے ہیں یا شاید ان کے گھر یلو اجماع کو اہل نے کا اجماع بہائے لیے جا رہا ہے اور بات ان کے قابو سے باہر ہو رہی ہے۔ بہرحال کچھ معاملہ ضرور ہے۔

تقلید اور اسلام

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی تصنیف حیلہ ناجزہ میں نکاح مفقود الزوج کے سلسلہ میں امام مالک کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیا تو کسی نے کہا آپ لوگ تقلید ابو حنیفہ پر بہت زور دیتے ہیں لیکن امام مالک کے مسلک کے مطابق فتویٰ دے دیتے ہیں تو تقلید جا رہی ہے فرمایا تم تقلید کو لیے پھرتے ہو، یہاں سرے سے اسلام ہی جا رہا ہے (ملفوظات)

مذاہب اربعہ سے باہر بھی

ولیس مانع شرعی من الاخذ باقوال الفقہاء من غیر المذاہب الاربعۃ خصوصا اذا کان الاخذ باقوالھم یؤدی الی جلب صالح عام او دفع ضرر عام بناء علی ما ھو الحق من آراء علماء الاصول ۔ (الدلیل المرشد فی القوانین والاوامر للمحاکمۃ الشرعیۃ مصر ص ۳۸۶)

مذاہب اربعہ کے علاوہ دیگر فقہاء کی بات مان لینے میں کوئی شرعی مانع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود نہیں بالخصوص جب کہ ان کی بات قبول کرنے میں کسی عام فائدہ کا حصول یا کسی وسیع نقصان کی تلافی ہوتی ہو۔ یہ علماء اصول کی آداء کے موافق مبنی بر حقیقت فیصلہ ہے۔

مجبوری فتوے

ایک حنفی نے تین طلاق دے کر اہلحدیث سے مسئلہ پوچھ کر رجوع کر لیا تو برادری نے اس کا بائیکاٹ کیا اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی مدرسہ امینیہ دہلی نے فرمایا ہاں حنفی کا اہلحدیث سے فتویٰ حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا باعتبار فتویٰ ناجائز تھا۔ لیکن اگر وہ بھی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں اس کا مرتکب ہو تو قابل درگزر ہے (اخبار الجمعیت دہلی ۱۶ دسمبر ۱۹۲۷ء)

نیز فرماتے ہیں:۔

"ایک مجلس میں تین طلاقیں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بعض علماء اس کے ضرور قائل ہیں کہ ایک رجعی طلاق ہوتی ہے اور یہ مذہب اہلحدیث نے بھی اختیار کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور طاؤسؒ اور عکرمہ اور ابن اسحٰق سے منقول ہے۔ پس کسی اہلحدیث کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں اور نہ وہ قابل مقاطعہ اور نہ مستحق اخراج عن المسجد ہے۔"

(محمد کفایت اللہ عفی اللہ عنہ۔ اخبار الجمعیت دہلی ۶ شعبان ۱۳۵۱ھ)

فقہائے حنفیہ

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حنفی مدرسہ امینیہ دہلی نے ایک استفتار کے جواب میں فرمایا:

"بعض سلف صالحین وعلمائے متقدمین میں سے اس کے بھی قائل ہیں کہ صورت مرقومہ میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے اگرچہ آئمہ اربعہ میں سے یہ بعض نہیں۔ اور مفتی اہلحدیث پر اس اختلاف کی بنا پر کفر و مقاطعہ رد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انزاج از مسجد کا فتوے غیر شرعی ہے ۔ بوجہ شدت ضرورت وخوف مفاسد کے اگر طلاقِ ثلاثہ دینے والا ان بعض علماء کے قول پر عمل کرلے گا کہ جن کے نزدیک اس واقعہ مرقومہ میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے تو خارج مذہب حنفی سے نہ ہوگا ۔ کیونکہ فقہائے حنفیہ نے بوجہ شدت ضرورت کے دوسرے امام کے قول پر عمل کرلینے کو جائز لکھا ہے ۔ اور اس فروعی اختلاف کی وجہ سے بعض علمائے محدثین یا دیگر علماء کی توہین کرنا بڑا سخت کبیرہ گناہ ہے ۔"

(حنفیہ کا مطبوعہ رسالہ "حق و صداقت" عظیم الشان فتح ص)

یہ رسالہ خاص اسی مقصد کے لیے چھاپا گیا تھا اس میں متعدد حنفی علماء کرام کے فتاوی درج ہیں جس میں انھوں نے علمائے سلف، و ائمہ اربعہ کے اقوال اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں ۔ ان مفتیان میں حکیم محمد قاسم احمد حنفی نقشبندی ، عبدالغفور مولوی فاضل اور عطا محمد از جہاد دریاں شامل ہیں ۔ (از فتاوی ثنائیہ)

علامہ شلتوت

علامہ شیخ محمد شلتوت فرماتے ہیں :

الطلاق بالثلاث لا یقع الا واحدۃ رجعیۃ و یرد الرجل زوجہ بکلمۃ الرجعۃ او بالمخالطۃ الخاصۃ ۔ (فتاوی ص ۳۰۶)

اکٹھی تین طلاقیں فقط ایک رجعی طلاق کے حکم میں ہوتی ہیں ۔ کلمہ رجوع یا مخصوص خلوت کے ساتھ آدمی اپنی بیوی کو لوٹا سکتا ہے ۔

شیخ جمال الدین قاسمی

عرب عالم شیخ جمال الدین قاسمی نے اپنی کتاب الاستیناس لتصحیح انکحۃ الناس میں تین طلاق کو ایک قرار دیا ہے (بحوالہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۵۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کے شرعی قانون کی کتاب الدلیل المرشد کی دفعہ ۳ ملاحظہ ہو۔

الطلاق المقترن بعدد لفظا واشارتا لایقع الا واحدۃ ـ

(ص ۳۸۳)

لفظاً یا کنایۃً اکٹھی طلاقیں بہر حال ایک ہوتی ہیں۔

علمائے ازہر

اب مصری علماء جن میں علماء ازہر بھی شامل ہیں اسی کے مطابق فتوے دیتے ہیں اور وہاں کی عدالتیں بھی اسی قانون پر عمل پیرا ہیں۔

اسلامی حکومتیں

زمانے کے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر نہ صرف مصری حکومت بلکہ دیگر کئی اسلامی ممالک نے بھی اس بارے میں بھی قانون طلاق کی اصلاح کر لی ہے۔ انہوں نے تقلید کے بندھنوں کو توڑ کر اس قانون کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال لیا ہے۔

چنانچہ جناب طاہر محمود نے اپنی کتاب MUSLIM LAW REFORM — میں اس سلسلہ کو تاریخ وار بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

مصر نے ۱۹۲۹ء میں سوڈان نے ۱۹۳۵ء میں اردن نے ۱۹۵۱ء میں شام نے ۱۹۵۳ء میں۔ مراکش نے ۱۹۵۹ء میں اور پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں اکٹھی تین طلاق کے متعلق ایک رجعی طلاق کا قانون بنایا۔

فیصلہ سیمنار

اسلامک ریسرچ سنٹر احمد آباد (گجرات) کی دعوت پر احمد آباد میں ۴، ۵، ۶ نومبر ۱۹۷۳ء کو ایک مجلس میں تین طلاق کے موضوع پر ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ اس مجلس کی صدارت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی صاحب صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت نے فرمائی۔ مفتی صاحب موصوف کے علاوہ اس مجلس میں درج ذیل علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۱) مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب (فاضل دیوبند) مدرس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں۔
(۲) مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی سابق صدر شعبۂ دینیات۔ مسلم یونیورسٹی، مدیر برہان، دہلی۔
(۳) مولانا مختار احمد صاحب ندوی۔ ناظم جمعیت اہلحدیث بمبئی۔
(۴) مولانا عبد الرحمٰن صاحب ابن شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی۔
(۵) مولانا سید احمد صاحب عروج قادری مدیر ماہنامہ زندگی۔رام پور (یوپی)
(۶) مولانا سید حامد علی صاحب۔ سیکرٹری جماعت اسلامی ہند دہلی۔
(۷) مولانا شمس پیرزادہ صاحب۔ امیر جماعت اسلامی مہاراشٹر سٹیٹ۔

اسلامک ریسرچ سنٹر نے ان حضرات کے علاوہ متعدد دوسرے علماء کرام کو بھی مدعو کیا تھا، مگر وہ اپنی مختلف معذوریوں کی وجہ سے شرکت نہ فرما سکے۔

اسلامک ریسرچ سنٹر نے ان حضرات کی خدمت میں مسئلہ تین طلاق کے متعلق ایک سوالنامہ بھی ارسال کیا تھا۔

یہ مجلس مذاکرہ "گجرات چیمبر آف کامرس ہال احمد آباد میں منعقد ہوئی جس میں مذکورہ بالا سات حضرات نے اپنے تحقیقی مقالے پیش فرمائے۔ ان مقالات میں مسئلہ مذکورہ کے مختلف پہلوؤں پر کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل بحث کرتے ہوئے اپنا اپنا نقطہ نظر واضح کیا گیا تھا۔ مقالات میں مختلف فقہی نقطہ ہائے نظر کی ترجمانی تھی۔

صدر مجلس مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی اپنی مصروفیت کے باعث مقالہ مرتب نہ کر سکے تھے اس لیے انھوں نے مقالات کی خواندگی کے اختتام پر تقریر کی شکل میں اپنے خیالات پیش فرمائے جس میں دوسرے قیمتی مشوروں کے علاوہ نقطہ اتفاق تلاش کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ تقریر کے بعد مسئلہ مذکور پر بحث وتمحیص کا آغاز ہوا جس کے بعد مجلس مذاکرہ متفقہ طور پر حسب ذیل نتیجہ پر پہنچی۔

۱۔ ایک مجلس میں تین طلاق کے طلاق مغلظہ بائنہ ہونے کا مسئلہ اجماعی اور

www.KitaboSunnat.com

قطعی نہیں ہے اس میں سلف ہی کے زمانے سے اختلاف موجود ہے۔

۲- فقہی جزئیات وتفصیلات سے قطع نظر مندرجہ ذیل دو صورتوں کے بارے میں مجلسِ مذاکرہ کی رائے یہ ہے:

(الف) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے طلاق، طلاق، طلاق کہتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی۔ میں نے طلاق کا لفظ تاکید کے لیے دہرایا تھا تو اس کی اس بات کو باور کیا جائے گا اور یہ طلاق، طلاق مغلظہ یا بائنہ شمار نہ ہوگی۔

(ب) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے "تجھے تین طلاق" مگر دو المفید بیان دیتا ہے کہ میری نیت تین طلاقیں دینے کی نہیں تھی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین طلاق کا لفظ کہے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لیے میں نے تین طلاق کے الفاظ استعمال کیے تھے تو اس کی بات باور کی جائے گی اور یہ طلاق، طلاقِ مغلظہ یا بائنہ شمار نہ ہوگی۔

۳- اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو طلاق کا صحیح طریقہ بتایا جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا طریقہ بدعت ومعصیت اور عورت کے حق میں ظلم وزیادتی ہے۔ طلاق کے اس غلط طریقہ سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے۔ اور طلاق دینا ضروری ہی ہو تو ایک طلاق پر بس کرنا چاہیے اور یہ طلاق بھی عورت کی پاکی کی حالت میں دینی چاہیے جس میں شوہر نے اس سے مقاربت نہ کی ہو۔

دستخط

(۱) محفوظ الرحمٰن (۲) سعید احمد اکبر آبادی (۳) مختار احمد ندوی (۴) سید احمد قادری (۵) عبدالرحمٰن رحمانی (۶) حامد علی (۷) شمس پیرزادہ (۸) عتیق الرحمٰن عثمانی (صدر مجلس مذاکرہ)

حرفِ آخر

اب بات کچھ بھی نہیں رہی۔ صرف ضد بازی کا معاملہ رہ گیا ہے۔ ہمارے علمائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقلید بلا وجہ ابھی تک اس سے چمٹے ہوئے ہیں تقلید جامد کی مجبوری ہے۔ ورنہ شاید یہ بھی کب کے اس سے کنارہ کش ہو چکے ہوتے۔ یہ تو کمبل کو چھوڑ دیتے مگر کمبل ہی انہیں نہیں چھوڑ رہا۔

تین نکاح اور تین طلاقیں

میں انہیں دوبارہ نظر ثانی کا مشورہ دیتا ہوں۔ فقہی تسلط سے آزاد ہو کر اور ٹھنڈے دل و دماغ سے ساتھ انہیں اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ سوچنے کا مسئلہ یہ ہے کہ بالعموم جو لوگ اکٹھی تین طلاقیں دیتے ہیں دراصل وہ ناواقفیت کے باعث ایسا کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں ایک طلاق کچی ہوتی ہے تین کہنے سے پکی ہو جاتی ہے یا ایک نامکمل ہوتی ہے اور تین مکمل ہوتی ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک شاید طلاقیں ہوتی ہی تین ہیں۔ یعنی طلاق دینے کی صورت ہی فقط یہ ہے کہ تین دی جائیں نہ کہ اس سے کم۔ وکلاء یا دیگر منشیوں کو بھی اس مسئلہ کا صحیح طور پر علم نہیں ہوتا۔ کوئی غریب ان سے طلاق نامہ لکھوانا چاہے تو وہ بھی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے تین ہی لکھ دیتے ہیں۔ اپنے ذہن کے مطابق وہ بڑا پختہ اور مکمل کام کرتے ہیں تاکہ ان کی فیس کا استحقاق درست ہو سکے۔ جیسے بعض جاہل مولوی نذرانہ حلال کرنے کے لیے تین بار نکاح یعنی ایجاب و قبول کراتے ہیں۔ ان سب بے سمجھوں کے علم میں یہ بات لانا چاہیے کہ نکاح بھی ایک کافی ہے اور طلاق بھی ایک کافی ہے۔ اسمیں کچے پکے کی کوئی بات نہیں تو جسطرح تین بار نکاح کرنے سے تین نکاح نہیں ہو جاتے بلکہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے تین نہیں ہو جاتیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے والے دراصل تاکید کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور ان کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ اگر میری اس بات سے اتفاق کر لیا جائے تو پھر مزید عرض ہے کہ مغنی ابن قدامہ (حنبلی) ج ۷ ص ۲۳۲ (منہاج الطالبین، نووی (شافعی) ص ۱۰۷، بہشتی زیور ج ۴ ص ۲۲ از مولانا اشرف علی تھانوی ؒ۔ اسلامی فقہ ج ۲ ص ۱۸۱ از مجیب اللہ ندوی کے مطابق اگر نیت نہ ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو تین طلاق کو صرف ایک سمجھا جائے گا باقی تاکید منصور ہوں گی۔

جہالت

قرآن و سنت کے مطابق تو ایک مجلس کی تین طلاقیں بہرحال ایک ہوتی ہیں حنفیہ کے ہاں بھی نیت کو اتنا دخل ہے کہ اکٹھی تین دی گئی ۹۵ فی صد طلاقوں کو تاکید پر محمول کر کے ایک قرار دیا جا سکتا ہے۔ خواہ کہنے والا یہ ہی کیوں نہ کہے کہ میں نے تین کی نیت کی ہے اور تین کو تین سمجھ کر دیا ہے کیونکہ حقیقت میں اس کی مراد اس سے پختگی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے کو سمجھ دار سمجھتا ہے۔ حقیقت میں وہ بے سمجھ ہے اس کا اکٹھی طلاق دینا ہی اس کی بے سمجھی کا کافی ثبوت ہے سمجھ دار آدمی جسے مسئلہ کا علم ہو اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایک سے زائد طلاقیں دیتا پھرے۔

نیت

حنفی فقہ کی رُو سے مسائل پر نیت اور سمجھ کا بہت دخل اور گہرا اثر ہوتا ہے مثلاً

واذا قال لامرأته انت طالق ولا یعلم ان ھذا القول طلاق فطلقت فی القضاء ولا تطلق فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ مصر)

کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے مگر اسے طلاق کے مفہوم کا علم نہ ہو تو اسے قضاءً طلاق ہو جائے گی۔ مگر عنداللہ طلاق نہ ہو گی۔

شامی ج ۲ ص ۶۶۶ مصری میں اس کے متعلق لکھا ہے:۔

فیفتیہ المفتی لعدم الوقوع واما القاضی فلا یصدقہ ولقضی علیہ بالوقوع لانہ خلاف الظاھر بلا قرینتہ۔

مفتی اسے عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دے گا۔ قاضی اس کی لاعلمی کا عذر تسلیم نہ کرتے ہوئے وقوع طلاق کا فیصلہ دے گا کیونکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے جس کے لیے کوئی قرینہ بھی نہیں۔

بلکہ بحر الرائق مصری ج ۳ ص ۲۵۷ میں ہے:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ) اس صورت میں مشائخ ارز جند کا فیصلہ ہے کہ طلاق بالکل نہ ہوگی نہ دیانۃً

نہ قضاءً۔

شک کا فائدہ

علیٰ ہذا القیاس جو لوگ اکٹھی تین طلاقیں دے کر اپنی جہالت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں انھیں بھی شک کا فائدہ دے کر بری کیا جانا چاہیے۔

ضلوا واضلوا

محض تقلید کی بنا پر ایک مسئلہ پر اڑے رہنا اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مبتلائے مصیبت رکھنا کوئی خیر خواہانہ، دیانتدارانہ اور دانش مندانہ فعل نہیں ہے سلف صالحین تقلید کے معاملے میں اتنا زہریلا تشدد نہیں برتا کرتے تھے۔
اب نہ جانے کیوں اسے خواہ مخواہ مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ کوئی قابلِ قدر اور اصلاحی قدم نہیں ہے۔ تقلید کا مرض جس زمانہ میں شروع ہوا اس کے متعلق اچھی شہادت نہیں دی گئی آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

(متفق علیہ)

میری سب سے اچھی امت میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔

تقلید ان قرون مشہود لہا بالخیر سے بعد کی پیداوار ہے۔

رجوع

دلائل کی رو سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بعد میاں بیوی کے درمیان رجوع مشکل نہیں، البتہ جھوٹی غیرت اور کسرِ شان کی وجہ سے ہمارے ان مفتیوں کا اپنے غلط مسئلہ سے رجوع مشکل ہوگیا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ۔ (البقرہ ۲۰۶)

اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو نخوت اور عصبیت اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔

امام ذہبیؒ طبقہ سابعہ میں شعبی بصری کے تذکرہ میں لکھتے ہیں اُن سے کسی نے پوچھا امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے مسائل میں رجوع فرمایا ہے جواب دیا عالم رجوع اسی وقت کرتا ہے جب اس کا علم وسیع ہو۔ یعنی خود امام صاحب بھی مسائل میں رجوع فرمایا کرتے تھے۔ اور اس میں انہوں نے کبھی خفت محسوس نہیں کی۔

الحمدللہ! یہ خاکسار بجا طور پر امید رکھتا ہے۔ ہمارے عالی مرتبت علمائے کرام بھی اپنے فتوے پر نظرِ ثانی کی زحمت گوارا فرماتے ہوئے حق پسندی کا ثبوت دیں گے کہ خدائی شریعت، انسانی غیرت اور وقت، کا تقاضا یہی ہے۔ قلم کی نوک سے کہیں زیادتی ہو گئی ہو تو بصد معذرت خواہ ہے۔

رکھیو غالب۔ مجھے تلخ نوائی سے معاف
کہ کبھی زہر بھی کرتا ہے کارِ تریاقی

والسلام

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قد قامت الصلوٰۃ

اس کتاب کو حی علی الصلوٰۃ کا دُوسرا حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس میں نماز کے مسائل بالترتیب اور تحقیقی انداز میں تحریر کیے گئے ہیں جو بھائی صلوا کما رأیتمونی اصلی کے مطابق نبی علیہ السلام جیسی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہوں یہ کتاب اُن کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ قارئین محسوس فرمائیں گے کہ اس کتاب کا ہر نمازی کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔

تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینے میں

اس کتاب میں تبلیغی نصاب کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سراسر حنفیوں کی جماعت ہے۔ اور یہ اس لیے وجود میں لائی گئی ہے کہ سیدھے سادے مسلمانوں کو حنفیت کے جال میں پھنسایا جا سکے اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال بریلویوں بلکہ عیسائی راہبوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

صفحات ۱۹۲ قیمت : روپے

وسیلہ

اللہ تعالیٰ کو براہِ راست پکارنا چاہیے اور بلا واسطہ اس کی عبادت کرنی چاہیے یا بزرگوں کے وسیلے سے؟ یہ مسئلہ اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان ہمیشہ متنازعہ رہا ہے۔ دُکھ اس امر کا ہے کہ اب یہ مسئلہ خود مسلمانوں کے درمیان بھی متنازعہ بن چکا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر مسلم اپنے بڑوں کے بُت پُوجتے ہیں اور یہ مسلمان قبریں پُوجتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ کونسی شے انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور کیا چیز وسیلہ ہے اور کیا چیز وسیلہ نہیں ہے اس کتاب میں اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ صفحات ۱۹۲ : قیمت روپے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایہ عوام کی عدالت میں

خود اکابر علمائے حنفیہ نے تسلیم کیا ہے کہ ہدایہ و دیگر کتب فقہ حنفیہ کی روایتیں ناقابل اعتماد ہیں ۔ اس کتاب میں اسی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے اور چند نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں جس سے اصاغر احناف چیخ اُٹھے اور جوابی کارروائی شروع کر دی ۔ مگر افسوس کہ جواب میں جواب نہ ہونے کے برابر ہے البتہ گالیاں بہت زیادہ ہیں ۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

صفحات ۷۲ ۔ قیمت روپے

رحمان پبلک لائبریری
کتاب نمبر 4360

تین طلاقیں (طبع دوم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر عہدِ فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی ہیں ۔ پھر لوگوں کی جلدبازی کی وجہ سے (ردِ عمل کے طور پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو تین قرار دے دیا (عن ابن عباس ۔ مسلم) ظاہر ہے کہ اصل حکم وہی ہے جو پہلے تھا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اکٹھی تین طلاق کو تین قرار دیا ہو ۔ حنفیہ کے نزدیک یہ صحیح حدیث قابل عمل نہیں ہے ۔ یہ اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو تین قرار دیتے ہیں اور اسمیں مبتلا افراد کو یا تو یہ حیاسوز مشورہ دیتے ہیں کہ ایک رات کے لیے کسی (مولوی صاحب) سے اپنی بیوی کا حلالہ کراؤ یا پھر چپکے سے کان میں کہتے ہیں اہلحدیثوں سے فتوے لے آؤ ۔ اس معرکۃ الآرا کتاب میں اسی مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ۔ اس کا پیش لفظ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا ۔ صفحات ۱۷۶ ۔ قیمت روپے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیحتِ سلفی

مصنّف
سیف حنفی

مرتّبہ
حکیم محمود صاحب

الناشر

اِدارۂ احیاء السُنّۃ
گھرجاکھ گوجرانوالہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ